

تعارف و تقابل

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی مدظلہ العالی

مؤلف

مشاہد الاسلام امروہوی

فاضل دار العلوم دیوبند

مکتبۃ الحرمین دیوبند



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اور عیسائیت

تعارف وتقابل

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی، مہتمم دارالعلوم دیوبند

مؤلف

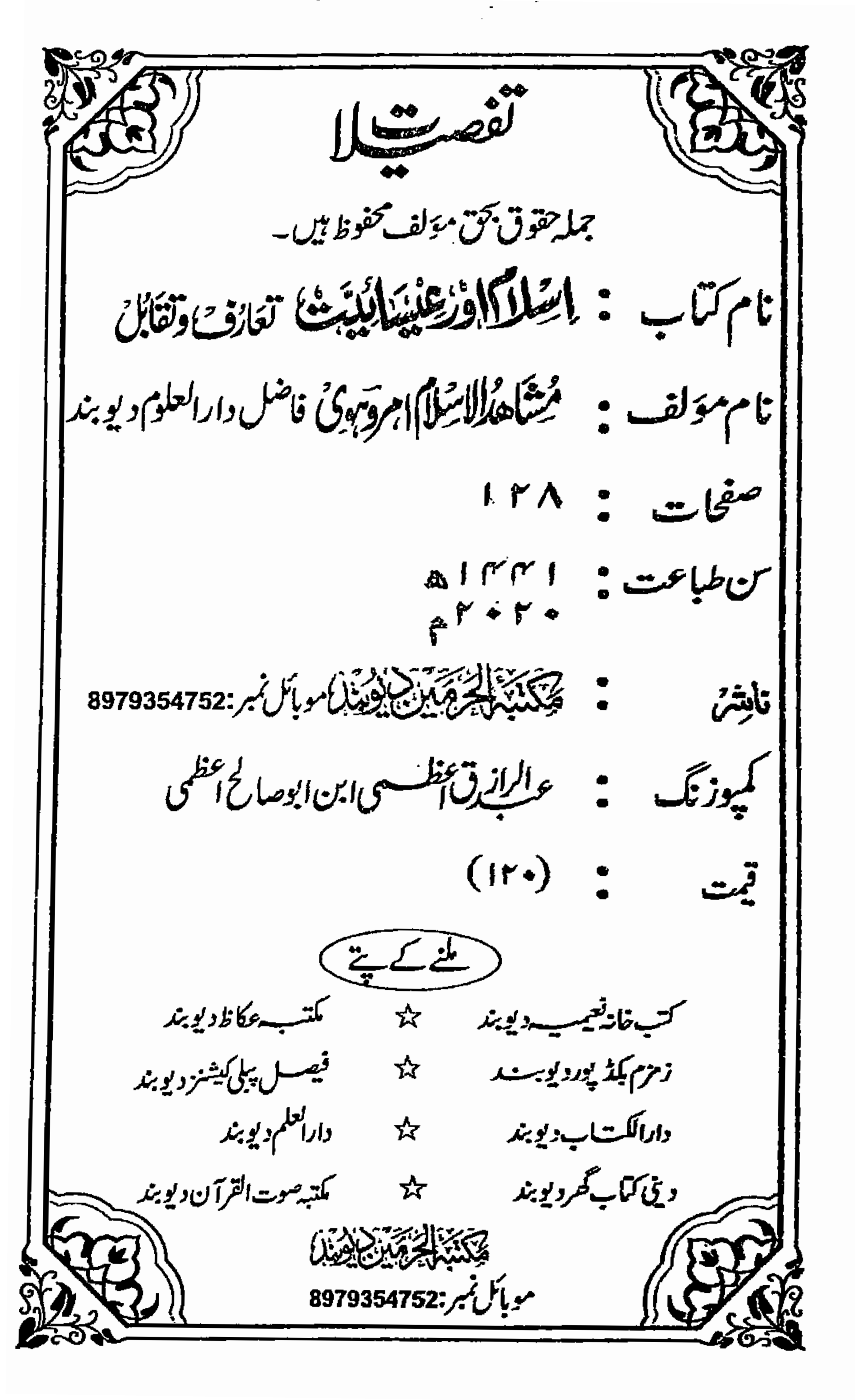
مشاہدالاسلام امروہوی

فاضل دارالعلوم دیوبند

مکتبۃ الحرمین دیوبند

موبائل نمبر: 8979354752

7300692988



تفصیلا

نام کتاب : اسلام اور عیسائیت تعارف و تقابل

نام مؤلف : مشاہد الاسلام امروہوی فاضل دار العلوم دیوبند

صفحات : ۱۲۸

سن طباعت : ۱۴۴۱ھ
۲۰۲۰ م

ناشر : مکتبۃ الحرمین دیوبند موبائل نمبر:8979354752

کمپوزنگ : عبد الرازق اعظمی ابن ابوصالح اعظمی

قیمت : (۱۲۰)

ملنے کے پتے

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ☆ مکتبہ عکاظ دیوبند

زمزم بکڈپو دیوبند ☆ فیصل پبلی کیشنز دیوبند

دار الکتاب دیوبند ☆ دار العلم دیوبند

دینی کتاب گھر دیوبند ☆ مکتبہ صوت القرآن دیوبند

مکتبۃ الحرمین دیوبند

موبائل نمبر:8979354752

فہرست عناوین



وجہ تالیف

عیسائیت کو سمجھنے کے لئے علماء اسلام نے مختصر اور مفصل بے شمار کتابیں اور رسائل تحریر فرمائے ہیں، اس موضوع پر اگر چہ الگ سے خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں تھی، لیکن آسان پیرایہ میں دونوں مذاہب کا مختصر تعارف اور تقابل کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، جس کو اس مختصر رسالہ میں مکمل کرنے کی ایک طالب علمانہ کوشش کی گئی، یہ رسالہ اس موضوع پر لکھی گئی مفصل کتابوں سے ماخوذ ہے، اہل علم حضرات سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ کتاب میں اگر کوئی قابل گرفت چیز محسوس ہو تو ضرور اطلاع فرمائیں۔

راقم الحروف کو دار العلوم دیوبند کی ایک متحرک اور انتہائی فعال انجمن ''تقویۃ الاسلام'' شعبۂ مناظرہ سے گذشتہ سات سالوں سے الحاق کی سعادت نصیب ہوئی ہے، اور گذشتہ پانچ سالوں سے ذمہ دارانہ طور پر وابستگی رہی، امسال طبیعت میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ کچھ ایسے موضوعات پر جو کہ انتہائی مفصل ہیں ان پر مختصر رسائل تیار کرائے جائیں، جس کی ذمہ داری ''شعبۂ مناظرہ'' سے منسلک افراد پر ڈالی گئی، اسی سلسلے کی ایک کڑی زیر نظر کتاب بھی ہے، اللہ تعالی اس کو قبول فرمائے۔

اس موقع پر ہم انتہائی ممنون ہیں حضراتِ اساتذۂ کرام کے کہ جنھوں نے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر بندے کی حوصلہ افزائی فرمائی، اللہ تعالی ان کی نظر عنایت اور دائمی التفات ونوازشات کا ان کو اجر عظیم نصیب فرمائے، اور ان تمام احباب کے کہ جنہوں نے کتاب کو منظر عام پر لانے میں کسی بھی قسم کا تعاون کیا بہ طور خاص مولوی جنید اسلم، مولوی محمد ذیشان، اور مولوی عبد الرازق مالک مکتبہ الحرمین دیوبند کو اللہ تعالیٰ اپنی شایان شان اجر عظیم نصیب فرمائے۔ (آمین)

مشاہد الاسلام امروہی

۱۴/۶/۱۴۴۱ھ

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی، مہتمم دارالعلوم دیوبند






PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

''اسلام اور عیسائیت، تعارف وتقابل'' اپنے موضوع پر ایک معلومات افزا اور بصیرت افروز کتاب ہے، جس میں عیسائیت کا تعارف کراتے ہوئے اس مذہب میں ہونے والی بتدریج تحریفات، بائبل کے تضادات اور عیسائیت کی خلافِ عقل وفطرت تعلیمات کو واضح کرنے کے ساتھ دین اسلام کی واضح اور روشن شاہ راہ کی نشاندہی کی گئی ہے، نیز عیسائیت اور تعلیمات اسلامی کا تقابل کرتے ہوئے یہ بتلایا گیا ہے کہ خود بائبل کی تصریحات کی روشنی میں پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔

چونکہ عیسائیت کی خلافِ عقل وفطرت محرف تعلیمات کی بھول بھلیوں سے نکل کر دامن اسلام میں پناہ حاصل کیے بغیر نہ دنیا میں چین اور سکون حاصل ہوسکتا ہے نہ آخرت میں نجات حاصل ہوسکتی ہے، اس لیے کتاب کے آخر میں دنیا بھر کی عیسائی برادری اور بالخصوص ان کے مذہبی رہنماؤں کو قبول اسلام کی کھلی دعوت بھی پیش کی گئی ہے۔

مجموعی طور سے یہ کتاب جہاں عیسائیت سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے ایک رہنما کتاب ہے وہیں عیسائی مشنریوں کی پرفریب دعوت سے حفاظت اور مقابلہ کے لیے اس میں وافر ذخیرہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور عزیزم مولوی مشاہدالاسلام امروہوی کو مزید علمی وتحقیقی کارناموں کی توفیق بخشے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۴۴۱/۶/۱۶ھ=۲۰۲۰/۲/۱۱ء

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا عبد الخالق صاحب سنبھلی مدظلہ العالی
استاذ حدیث ونائب مہتمم دار العلوم دیوبند

حامدًا ومصليًا ومسلمًا أما بعد:

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مذہب اسلام، مذاہب سابقہ کی تعلیمات، ان کے محاسن اور خوبیوں کا جامع ہے، اور مذہب اسلام کی یہ جامعیت ایک فطری امر ہے؛ کیوں کہ ہر انسان جانتا ہے کہ انسانی زندگی کے تین ادوار ہوتے ہیں، عہد طفولیت، عہد شباب اور پھر پیری کا زمانہ، اور یہ بات بھی ہر انسان جانتا ہے کہ ان ادوار ثلاثہ کی غذا اور ان کی ضروریات بھی جداگانہ ہیں، بایں طور کہ عہد طفولیت کی غذا صرف ماں کا دودھ ہوتا ہے لیکن جوں جوں عمر بڑھتی جاتی ہے غذا بھی بدلتی جاتی ہے، احکام بھی بدلتے جاتے ہیں، دنیاوی نظام میں حکومت کی طرف سے جو قوانین اور اصول باہوش اور دانشمندوں کے لئے ہوتے ہیں وہ بچوں کے لئے نہیں ہوتے؛ بلکہ جوں جوں شعور بڑھتا جاتا ہے اسی کے بقدر احکام میں اور پابندیوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح جب نوع انسانی پر شیر خوارگی کا زمانہ تھا تو اس کی روحانی غذا بالفاظ دیگر اس کی شریعت بہت مختصر تھی اور جیسے جیسے انسانی شعور بڑھتا رہا تو احکام اور شریعت کی پابندیاں اس کے لئے بڑھتی رہیں حتی کہ یہ شعور اور ادراک جب اپنے کمال کو پہونچ گیا اور یہ اس قابل ہوگیا کہ عقل سے کام لے کر مسائل کو سمجھے اور حل کر سکے تو پھر اللہ تعالی نے اس کے لئے ایک کامل اور مکمل شریعت مقرر کردی، جو ہر قسم کے آئین اور قوانین پر مشتمل ہے اور ایسے صحیح اور مضبوط اصولوں کو جامع ہے کہ اس میں کسی قسم کی تحریف وتبدیلی کا امکان نہیں، اللہ تعالی نے اسی بات کو قرآن کریم میں بیان فرمایا: "<u>يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ</u>

قَبْلِكُمْ ﴿۲۶﴾ ''بہر حال مذہب اسلام کی جامعیت اظہر من الشمس ہے؛ لیکن دنیا میں ایسے کور چشموں کی بھی کمی نہیں کہ جو ان واضح تعلیمات اور بیّن مذہب پر انگشت نمائی کرتے ہیں اور ایسے لوگوں میں ابتداء اسلام سے عیسائیوں کا نام سرفہرست ہے۔

زیر نظر رسالہ میں ''اسلام اور عیسائیت تعارف وتقابل'' عیسائیت کی اصل حقیقت اور پھر اس کے محرف ہونے کو بیان کرتے ہوئے اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ موجودہ عیسائیت حضرت عیسی علیہ السلام کی تعلیمات پر مشتمل نہیں ہے؛ بلکہ اگر حضرت عیسی علیہ السلام کی تعلیمات اور اسلامی تعلیمات کا موازنہ کیا جائے تو عقیدۂ توحید، نبوت ورسالت اور آخرت سے متعلق دونوں تعلیمات کا خلاصہ ایک ہی ہے، ہاں اسلام دائمی اور عیسائیت محدود ہے لیکن موجودہ عیسائیت نے عقیدۂ تثلیث، عقیدۂ حلول، عقیدۂ کفارہ، عقیدۂ حیات ثانیہ اور ان کے علاوہ بے شمار خود ساختہ عقائد اور تعلیمات کو جنم دے کر حضرت عیسی علیہ السلام کی تعلیمات کی مخالفت کی ہے۔

اس کے لیے ضرورت تھی کہ مذہب اسلام اور عیسائیت کا ایک مختصر تعارف اور تقابل پیش کیا جائے؛ چنانچہ عزیز مکرم جناب مولوی مشاہد الاسلام قاسمی امروہی فاضل تخصص فی الحدیث دار العلوم دیوبند نے ہم دست کتاب ''اسلام اور عیسائیت تعارف وتقابل'' بڑی جگر کاوی اور عرق ریزی سے تیار کی، بندے نے جگہ جگہ سے دیکھی، زیر بحث موضوع سے متعلق عمدہ مواد باحوالہ اس میں درج کر دیا گیا ہے، رسالہ پسند آیا، فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

اللہ تعالی اس کو قبول عام عطا فرما کر اس کے افادے کو تام فرمائے اور مؤلف سلمہ کو اس طرح کی خدمات کی مزید توفیق ارزانی عطاء فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

خیر خواہ: (حضرت مولانا) عبد الخالق صاحب سنبھلی (مدظلہ العالی)

استاذ حدیث ونائب مہتمم دار العلوم دیوبند

خادم دار العلوم دیوبند ۱۴/ ۶/ ۱۴۴۱ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عبد اللہ صاحب معروفی
نگراں شعبہ تخصص فی الحدیث دار العلوم دیوبند

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین، وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین، وبعد! قال اللہ تعالیٰ: ''وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۝۶'' (سورۃ الصف)

ترجمہ: اور وہ وقت بھی قابل تذکرہ ہے جب کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے فرمایا کہ: اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے جو پہلے تورات ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں، اور میرے بعد جو رسول آنے والے ہیں جن کا نام (مبارک) احمد ہوگا؛ میں ان کی بشارت دینے والا ہوں، پھر جب وہ (عیسیٰ علیہ السلام) اُن لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے۔

اِس آیت میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی زبانی نبی آخر الزمان محمد ﷺ کی بعثت کی بشارت نقل کی گئی ہے، چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مطلب اس سے احقر کے نزدیک اپنی شریعت کے احکام اور اُسی شریعت کے بقاء کی غایت بتلانا ہے، یعنی شریعت تو میری باستثناء بعض احکام کے احکامِ تورات ہی ہیں، تصدیق بالتوراۃ سے یہی مراد ہے، یعنی تصدیق مقرون بالعمل، ورنہ نفسِ تصدیق میں تورات کی کیا تخصیص ہے؟ سب انبیاء وصحف سابقہ کی تصدیق واجب ہے، اور ''مبشراً'' سے غایت اپنی شریعت کے بقاء کی بتلادی، کہ جو رسول میرے بعد آویں گے

ان کے آنے تک میری شریعت رہے گی، اور چوں کہ وہ رسول مستقل ہوں گے؛ اس لئے ان کا رافعِ شرائع سابقہ ہونا ضروری ہے، اور مقصود اس غایت کے بتلانے سے اپنی امت کی تکمیلِ ہدایت ہے کہ کبھی ایسا نہ ہو کہ سرِ دست مجھ پر ایمان لاکر پھر اُس رسول کا انکار کر کے کافر ہو جاویں۔ (بیان القرآن)

اسی طرح متعدد احادیث میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس بشارت کا تذکرہ آیا ہے، چنانچہ ابوداؤد شریف میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: ''أمَرَنا رسول الله ﷺ أن ننطلق إلى أرض النجاشي، فذكر حديثه، قال النجاشي: أشهد أنه رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأنه الذي بشر به عيسى ابن مريم، ولولا ما أنا فيه من الملك لأتيتُه حتى أحمل نعليه'' کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کے ملک میں جانے کا حکم دیا (چنانچہ پورا قصہ بیان کیا، اور اسی میں یہ بھی تھا کہ) نجاشی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور یہ کہ یہی وہ ذات ہیں جن کی عیسیٰ بن مریم نے بشارت دی ہے، اگر مجھے بادشاہت کا جھمیلا نہ ہوتا تو ان کے پاس پہونچ کر ان کے جوتے اٹھائے پھرتا۔ (جنائز، حدیث نمبر ۳۲۰۵)

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد ''انجیل یوحنا'' مترجم عربی مطبوعہ لندن کے چودہویں باب میں منقول ہے کہ: ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا ہی تمہارے لیے بہتر ہے، کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط (احمد) تمہارے پاس نہ آویں، پس اگر میں جاؤں گا تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا، الخ''۔ (بیان القرآن)

اس لئے نبی آخر الزمان خاتم المرسلین پر ایمان رکھنے والے ہر شخص کو اجمالاً یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ آں حضرت ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء مبعوث ہوئے وہ سب برحق ہیں، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نبی برحق ہیں، اور آپ پر اتاری گئی کتاب وشریعت دونوں برحق ہیں، لیکن سابقہ شریعتیں خواہ وہ یہودیت ہو یا نصرانیت سب کی پابندی اسی

وقت تک لازم تھی جب تک کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی بعثت عمل میں نہیں آئی تھی، آپ ﷺ کی بعثت کے بعد تمام شریعتیں منسوخ ہوگئیں، اور آپ ہی کی شریعت قیامت تک آنے والے انسانوں کی فلاحِ دنیا وآخرت کے لئے حتمی دستور وقانون قرار پائی، کیوں کہ نبی آخر الزماں ﷺ پر نازل شدہ کتاب کی قیامت تک حفاظت کی ضمانت لی گئی اور بفضلہٖ تعالیٰ آج تک وہ کتاب لفظی ومعنوی ہر قسم کی تحریف وتبدیلی سے محفوظ بھی ہے اور تا قیامت محفوظ رہے گی، جب کہ سابقہ کتب اور شریعتیں لفظی ومعنوی تحریفات کی شکار ہوگئیں، ان کے صرف اسی حصہ کی حفاظت تسلیم کی جاسکتی ہے جس کو قرآن کریم یا احادیث مبارکہ میں نقل کر کے اس کی تصدیق کردی گئی ہے، باقی جو کچھ سرمایہ انجیل وتورات میں منقول ہے؛ وہ ناقابل اعتبار ہے، کیوں کہ ان کی نقل میں تواتر تو کجا، بنیادی ناقل اور صاحبِ کتاب پیغمبر کے درمیان صدیوں کا فاصلہ وانقطاع ہے، اس کی حیثیت صرف ایک تاریخی داستان کی ہو کر رہ گئی ہے، اور جو کچھ شریعت مصطفویہ کی تصدیق سے ثابت ہے وہ شریعت مصطفوی کی حیثیت سے ہے نہ کہ شریعت موسوی وعیسوی کی حیثیت سے۔

اس کے باوجود خود کو یہودی یا عیسائی کہلانے والا ایک طبقہ اسی محرف توریت وانجیل کو وحی آسمانی سمجھ کر سینے سے لگائے ہوئے ہے، جب کہ اس میں ایسی خرافات بھی موجود ہیں جو کسی وحی آسمانی سے میل نہیں کھاتیں، ستم بالائے ستم یہ کہ بڑے شد ومد سے اسلام کے متوازی مذہب کے طور پر ان کی تبلیغ واشاعت کی جاتی ہے، نہ صرف اشاعت؛ بل کہ دینی ودنیاوی اعتبار سے مفلوک الحال مسلمانوں کو اسلام وعیسائیت کی تعلیمات کے اشتراک کا جھانسہ دے کر اور موجودہ محرف دینِ مسیحیت کی بعض رخصتوں کے حوالے سے انھیں غلط فہمی میں مبتلا کر کے دین اسلام سے مرتد بھی کرنے کی کوشش ہو رہی ہے؛ اس لئے ماضی کی طرح آج بھی ضرورت ہے کہ علمائے اسلام فتنوں کے اس سیلاب بلا خیز میں جہاں دیگر محاذوں پر قربانی دے رہے ہیں؛ ردِ مسیحیت ویہودیت کا محاذ بھی سنبھالے رہیں، تاکہ برادرانِ اسلام باطل کا لقمہ بننے سے محفوظ رہیں۔

اس میں شک نہیں کہ "اسلام اور مسیحیت" کے حوالے سے بہت کچھ لٹریچر مختلف زبانوں میں موجود ہے، تاہم موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق "اسلام اور مسیحیت کا تقابلی مطالعہ" کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی جس میں آسان پیرایہ میں مدلل طور سے تقابلی طریقہ پر اسلام کی حقانیت اجاگر کی گئی ہو۔ ناچیز راقم سطور نے بنگلہ دیش کے متعدد اسفار میں مختلف حضرات علماء سے تبادلۂ خیال میں اس ضرورت کو محسوس کیا، الحمد للہ وہاں تخصصات کے شعبے قائم کرنے کا رجحان شباب پر ہے، ان ہی شعبوں میں "تخصص فی الدعوۃ" کا شعبہ بھی متعدد مدارس میں راقم کو دیکھنے کو ملا، بعض مدارس میں تو عملی طور سے اساتذہ کی نگرانی میں فضلاء اور طلبۂ تخصصات کو ایسے علاقوں میں بھیج کر دعوت کا فریضہ انجام دینے کی مشق بھی کرائی جاتی ہے، جہاں عیسائی مشنری کے لوگ نہ صرف متحرک ہیں؛ بل کہ بہت سے غریب ونادار یا جاہل عوام کو اپنے دامِ فریب میں الجھا بھی چکے ہیں، چنانچہ دعوتی کام کرنے والے حضرات علماء نے بھی مذکورہ بالا طرز کی کتاب کی ضرورت کا احساس دلایا۔

عزیز گرامی قدر جناب مولوی مشاہد الاسلام سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس جانب توجہ مبذول کرتے ہوئے اس پہلو سے یہ قابلِ قدر کام انجام دیا ہے، اور مختلف عقائد، احکام اور مسائل کے تعلق سے یہ تقابلی مطالعہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے، امید ہے کہ اس سے مذکورہ بالا ضرورت کی تکمیل ہو سکے گی، بہتر ہوگا کہ مستقبلِ قریب میں یہ کتاب اردو زبان کے علاوہ انگریزی، ہندی، بنگلہ اور سرحدی علاقوں کی دیگر قبائلی وعلاقائی زبانوں میں بھی منتقل ہوجائے، تاکہ اس کا نفع عام وتام ہو، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرمائے، اور خلقِ خدا کی نفع رسانی کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

(حضرت مولانا مفتی) عبداللہ معروفی (صاحب) غفرلہ

خادم طلبہ شعبہ تخصص فی الحدیث الشریف

دارالعلوم دیوبند، الہند

۱۴/۶/۱۴۴۱ھ = ۹/۲/۲۰۲۰ء

مقدمہ

ظہور اسلام سے پہلے دنیا میں چند بنیادی فرقے پائے جاتے تھے (۱) یہودیت، (۲) عیسائیت، (۳) صابئیت، (۴) بت پرست، (۵) آتش پرست، (۶) ستارہ پرست؛ لیکن ان تمام فرقوں میں عیسائیت اور یہودیت کو جو اہمیت حاصل تھی وہ دیگر فرقوں کا حصہ نہیں تھا، قرآن کریم نے اگرچہ دیگر تمام باطل فرقوں کا رد کیا؛ لیکن عیسائیت اور یہودیت کو اہل کتاب تسلیم کرتے ہوئے ان کو تحریف وتبدیلی سے باز رہنے اور دین اسلام کو قبول کرنے کی طرف متوجہ فرمایا، قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتا ہے: يَآَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴿۶۴﴾ (سورۃ ال عمران) اللہ تعالی نے اس آیت میں اہل کتاب کے سامنے ایک نقطہ اتحاد بیان فرماتے ہوئے ان کو مذہب اسلام کی دعوت دی ہے۔

انبیاء سابقین کی تعلیمات: حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محمد ﷺ تک تمام انبیاء نے توحید، اطاعت رسول، اور قیامت میں خدا وند کے سامنے کھڑے ہونے اور جواب دینے کی تعلیمات ہی سے آگاہ فرمایا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی شریعت کا خلاصہ: حضرت عیسی علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت حضرت موسی علیہ السلام کی شریعت کی تجدید تھی، قرآن کریم کہتا ہے "وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ" (آل عمران: ۵۰) گویا حضرت عیسی کی لائی ہوئی شریعت دین یہود کا جزء یا اس کا تتمہ تھی؛ کیوں کہ شریعت موسوی کا زمانہ بنی اسرائیل کی ذہنی طفولیت کا زمانہ تھا اس لئے حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی قوم کو سیدھے سادھے عقیدے اور اخلاقی تعلیمات دے کر چھوڑ دیا تھا، اسی لئے بنی اسرائیل میں اخلاقی فضائل، روحانی پاکیزگی اور ایمانی روح کی کمی تھی، حضرت عیسی علیہ السلام نے شریعت موسویہ میں کچھ ضروری اضافے فرمائے، مثلاً بنی اسرائیل میں رافت ورحمت کی کمی تھی، حضرت عیسی علیہ السلام نے اس کی طرف بنی اسرائیل

کو متوجہ کیا، اور جو بھی بنی اسرائیل میں خرابیاں در آئی تھیں ان کا تزکیہ فرمایا۔

حضرت عیسیؑ کی دعوت کے بنیادی نکات: حضرت عیسی علیہ السلام کی تعلیمات کے تین بنیادی نکات تھے (۱) مقتدر اعلیٰ صرف اور صرف اللہ تعالی ہے (۲) نبی اس کا نمائندہ ہے اس کا حکم بجالانا ضروری ہے (۳) حلت وحرمت کی پابندیوں سے جکڑنے والا قانون صرف وصرف اللہ تعالی ہی کا ہے۔

عیسائیت میں تحریف: چوں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی تعلیمات میں یہودیوں کی غلطیوں پر نشاندہی کرنا ایک لازمی حصہ تھا، یہودیوں کو یہ بات پسند نہیں آئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی، عیسائیت میں تحریف وتبدیلی اور اس کو نسخ کرنے کے لئے راستے تلاش کرنے لگے جس کا نتیجہ ''پولس'' کی شکل میں ظاہر ہوا۔

موجودہ مسیحیت کی نقائص: موجودہ مسیحیت کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کوئی عالمی مذہب یا عالمی قانون قرار نہیں دیا جاسکتا، کیوں کہ اس مذہب میں عقائد واخلاق کی چند باتوں کے سوا کچھ نہیں ہے حتی کہ عبادت کا بھی کوئی طریقہ متعین نہیں ہے جب کہ انسانی زندگی کے لئے بے شمار ایسی چیزیں ہوتی ہیں کہ جن کے بغیر اس کی زندگی ناقص ہے اور ظاہر بات ہے کہ جس مذہب میں ایسی باتیں نہ ہوں وہ مذہب عالمی مذہب بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

یہود کی مخالفت: حضرت عیسی علیہ السلام نے یہود کی اصلاحِ باطنی کی طرف توجہ فرمائی، یہود کو یہ ناگوار گذرا، چنانچہ انہوں نے حضرت عیسی علیہ السلام پر تشدد کا الزام لگا کر یوم السبت کی بے حرمتی کا مرتکب قرار دے کر، یروشلم کی تباہی کا متمنی گردان کر، ابن اللہ کہلوانے کا الزام دے کر، ان کی مخالفت کی حتی کہ ان کے قتل کی سازش بھی رچ ڈالی۔

مذہب اسلام کی تعلیمات: اسلام نے آکر یہودیت کی سازشوں کو بے نقاب کرتے ہوئے شریعت موسوی اور شریعت عیسوی کی صحیح تصویر کو پیش کیا اور پھر دنیائے یہود ونصاری کو اسلامی دعوت دیتے ہوئے کہا: ''يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا

اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴿۶۴﴾ (سورۃ ال عمران)''۔

کچھ قابل لحاظ امور: ان مباحث کے بعد عرض ہے کہ پیش نظر کتاب ایک مقدمہ چار ابواب اور ایک تتمہ پر مشتمل ہے، مقدمہ میں انبیاء کی تعلیمات کا خلاصہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے بنیادی نکات، اور شریعت محمدیہ اور عیسویہ میں تقابلی جائزہ کی وجہ بیان کی گئی ہے۔

پہلے باب میں عیسائیت کا تعارف جب کہ دوسرے باب میں اسلام کا تعارف پیش کیا گیا ہے، تیسرے باب میں شریعت محمدیہ کا شریعت عیسویہ سے تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے، چوتھا باب چار فصلوں اور ایک تتمہ پر مشتمل ہے، تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) پہلی فصل میں مذہب عیسائیت میں خدا تعالیٰ کے تصور کو بیان کرتے ہوئے ان عقائد کا قرآن کریم اور اناجیل سے موازنہ کرنے کے بعد صحیح رخ (عقیدۂ توحید) کی تعیین کی گئی ہے۔

(۲) دوسری فصل میں عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق عقائد ''یعنی عقیدۂ حلول، عقیدۂ مصلوبیت، عقیدۂ حیات ثانیہ اور عقیدۂ کفارہ'' کے بطلان کو ثابت کیا گیا ہے۔

(۳) تیسری فصل میں عیسائیوں کی کتاب بائبل پر تحقیقی اور تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے اس کا محرف ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

(۴) چوتھی فصل میں موجودہ عیسائیت کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے موازنہ کرتے ہوئے اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ موجودہ عیسائیت کے بانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں؛ بلکہ پولس ہے۔

(۵) دنیائے عیسائیت سے انکے باطل مذہب پر جمود کی وجہ سے چند سوالات کیے گئے ہیں۔

(۶) جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے تعلق سے پیشین گوئیوں کو ذکر کرتے ہوئے دنیائے عیسائیت کو دعوت اسلام پیش کی گئی ہے۔

مشاہد الاسلام امروہوی ۱۴/۶/۱۴۴۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

اللہ رب العزت نے جس طرح انسانوں کو ظاہری اور جسمانی حیات کے لئے قسم قسم کی نعمتوں سے نوازا، طرح طرح کے پھل اور غلے پیدا فرمائے، ٹھیک اسی طرح ان کی روحانی حیات کے لئے انبیاء کے توسط سے اپنی ہدایات اور تعلیمات کا سلسلہ جاری فرمایا، جنھوں نے مشترکہ طور پر اس بات کی تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام صفاتِ کمالیہ کا جامع ہے، وہی عبادت کے لائق ہے اور اسی پر بس نہیں؛ بلکہ اس کے علاوہ دیگر ضروریات دین کو مشترکہ طور پر بیان فرمایا، ان چیزوں کے بیان میں کسی قسم کی کسی فرقہ کی تخصیص نہیں ہے؛ البتہ خدا کی کیا شان ہے؟ اس کی عبادت کا طریقہ کیا ہوگا؟ اس (عبادت) کے ارکان وشرائط کیا ہیں؟ معاد کی حقیقت کیا ہے؟ جزاء وسزا کا مقصد کیا ہے؟ نبوت ورسالت کے معنی کیا ہیں؟ انبیاء کے اوصاف کیا ہونے چاہئیں؟ کون سے امور اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور کون سے امور ناپسند ہیں؟ ان جیسے سوالات کے جوابات میں ادیان ومذاہب میں فرق ہوتا ہے، جس دین اور جس مذہب میں ان تمام سوالات کا جواب مفصل طریقہ سے مل جائے وہی کامل ومکمل ہوگا، اور وہی مذہب عالمگیر مذہب ہوگا۔

آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جس قدر صحیفے اور کتابیں آسمان سے اتریں وہ کتابیں خاص قوموں اور خاص جماعتوں کے لئے کافی تھیں، وہ عالمگیر نہ تھیں، وہ زندگی کے تمام شعبوں کو حاوی نہ تھیں، ''توریت'' کی ''کتاب الاحبار'' کا مطالعہ کریں تو اس میں قربانی، قصاص، جانوروں کی حلت وحرمت، حدود وتعزیرات ہی کا بیان ملتا ہے، توریت کی پانچوں کتابوں میں، جنت،

جہنم، قیامت، یوم آخرت اور اعمال پر کسی قسم کی جزاء وسزاء کا بالکل تذکرہ نہیں ملتا، صرف اس بات کا ذکر ہے کہ جو شخص یہ کام کرے گا اس پر اللہ تعالی کی طرف سے دنیا میں یہ نعمتیں ہوں گی، اور جو شخص نافرمانی کرے گا اس پر ذلت کو مسلط کر دیا جائے گا۔

''انجیل'' میں اگرچہ قیامت کا مجمل ذکر ہے؛ لیکن دنیوی اور اخروی زندگی کے شعبوں سے متعلق کوئی تعلیم نہیں ہے؛ انجیل میں زیادہ تر حضرت عیسیٰ کے حالات اور معجزات کا ذکر ہے، احکام کا تذکرہ تو بس برائے نام ہی ہے۔

''زبور'' میں صرف مناجات اور خدا تعالی کی حمد وثنا ہے، احکام شریعت کا بالکل ذکر نہیں ہے، اس کے علاوہ جو صحائف ہیں ان میں سوائے چند قصوں کے اور کسی چیز کا بیان نہیں ملتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانہ تک کوئی ایسی کتاب نہیں ملتی جو ایسی جامع اور ہمہ گیر ہو کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی اور مشتمل ہو۔

مذہب اسلام کی جامعیت

چنانچہ حق تعالی شانہ نے جب نبوت ورسالت کے سلسلے کو ختم کرنے کا ارادہ فرمایا تو ایک ایسی جامع کتاب نازل فرمائی کہ جو تمام انبیاء سابقین کی مکمل تعلیمات کو جامع ہو، قرآن کریم اس کو اس انداز سے بیان کرتا ہے: ''يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴿۲۶﴾ (سورة النساء) یعنی ہدایت کے جو طریقے اللہ تعالی نے انبیاء سابقین کو متفرق طور سے بتلائے تھے وہ تمام کے تمام اللہ تعالی نے دین اسلام میں جمع فرمادیئے ہیں؛ لہٰذا دین اسلام مکمل محاسن اور خوبیوں کا جامع ہے، دین اسلام میں ایسے آئین وقوانین اور ایسے محکم اصول وضوابط بیان کئے گئے ہیں کہ جن میں ذرہ برابر بھی اختلال واضمحلال کا امکان نہیں ہے؛ لہٰذا شریعت اسلامی کے بعد کسی دوسری شریعت کی ضرورت نہیں

ہے۔اسی کو اللہ تعالی نے فرمایا: "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" ۝۱۹ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۸۵ (سورۃ آل عمران) ان تصریحات کے بعد کسی سلیم العقل اور صحیح الفطرت شخص کو اسلام کی تعلیمات مکمل ہونے اور مذہب اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا؛ لیکن اگر کوئی شخص متعصب ہی ہو تو اس کو تو اسلام کے محاسن اور مناقب، صرف وصرف عیب ہی نظر آئیں گے؛ لیکن حقیقت کیا ہے؟ مذہبِ اسلام کی کیا خصوصیات ہیں؟ اور اس کے کیا امتیازات ہیں؟ اس کا اندازہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ ہم ایک تقابلی مطالعہ کریں۔

عیسائیت اور اسلام میں تقابلی جائزہ کیوں؟

اس وقت اگر کوئی مذہب اپنی تعلیمات پر فخر کرسکتا ہے، یا کسی درجہ میں اگر کسی مذہب کے پاس اپنے نبی کی تعلیمات کا کچھ حصہ ہے اگر چہ وہ محرف ہی کیوں نہ ہو؛ تو وہ عیسائیت ہے۔اس کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں مذہب اسلام کے مقابل اگر کوئی بڑا مذہب ہے تو وہ صرف اور صرف عیسائیت ہی ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت کا اسلام سے ایک تقابلی جائزہ پیش کیا جائے تا کہ معلوم ہوسکے کہ مذہب اسلام کس طریقے سے ایک جامع اور مکمل مذہب ہے۔

قبل اس کے کہ اسلام اور عیسائیت کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذہب عیسائیت کا تعارف، اس کے ماخذ ومصادر اور اس کی تاریخ پر مختصر روشنی ڈالی جائے، اس کے بعد تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔(ان شاءاللہ)

چوں کہ عیسائیت اور اسلام دونوں آسمانی مذاہب ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کی تعریف ذکر کی جائے۔

مذہب کی تعریف: دنیا میں جہاں کہیں بھی انسانی آبادی ہے، خواہ اس کا تعلق کسی

بھی دین، دھرم اور مذہب سے ہو، بہر حال اس کا اپنا ایک طرز معاشرت ہے، جسے وہ شدت کے ساتھ اختیار کئے ہوئے ہے، لغوی معنی کے اعتبار سے مذہب کا یہی مفہوم ہے؛ کیوں کہ مذہب اسم ظرف کا صیغہ ہے جو مصدر میمی کے طور پر استعمال ہوتا ہے، بمعنی چلنے کی جگہ، چلنے کا راستہ وغیرہ، اور اصطلاحی طور پر مذہب کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ ''جن اصولوں پر چل کر زندگی گزاری جاسکے اُن اصولوں کو مذہب کہتے ہیں۔ (تقابلِ ادیان، ص:۳۱)

پہلا باب

عیسائیت کی تعریف

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (برٹانیکا مقالہ ''عیسائیت: ۶۹۳) میں عیسائیت کی تعریف یہ کی گئی ہے: ''وہ مذہب جو اپنی اصلیت کو ناصرہ کے باشندے یسوع کی طرف منسوب کرتا ہے، اور اسے خدا کا منتخب (مسیح) مانتا ہے''۔ (عیسائیت کیا ہے؟:۹)

عیسائیت کی یہ تعریف بہت مجمل ہے، ''الفریڈ ای گارو'' نے اس تعریف کو مزید پھیلا کر ''انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس'' کے مقالے ''عیسائیت'' میں ذرا واضح کر دیا ہے وہ لکھتا ہے۔

''یہ وہ اخلاقی، تاریخی، کائناتی موحدانہ اور کفارے پر ایمان رکھنے والا مذہب ہے جس میں خدا اور انسان کے تعلق کو خداوند یسوع مسیح کی شخصیت اور کردار کے ذریعہ پختہ کر دیا گیا ہے''۔ (عیسائیت کیا ہے؟ ص:۱۰)

عیسائیت کی تعریف میں مذکور اجزاء کی وضاحت

اس تعریف کو بیان کر کے ''مسٹر گاروے'' نے اس کے ایک ایک جُز کی توضیح کی ہے۔

پہلا جزء اخلاقی مذہب: ''اخلاقی مذہب'' سے اس کے نزدیک وہ مذہب مراد

ہے، جس میں عبادتوں اور قربانیوں کے ذریعہ کوئی دنیوی مقصد حاصل کرنے کی تعلیم نہ دی گئی ہو؛ بلکہ اس کا تمام تر مقصد روحانی کمال کا حصول اور خدا کی رضا جوئی ہو"۔

دوسرا جزء: تاریخی مذہب "تاریخی مذہب" کا مطلب وہ یہ بیان کرتا ہے کہ اس مذہب کا محوِ فکر وعمل ایک تاریخی شخصیت ہے، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام! اُنہی کے قول وعمل کو اس مذہب میں آخری اتھارٹی حاصل ہے۔

تیسرا جزء: کائناتی مذہب "کائناتی" ہونے کا اس کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ یہ مذہب کسی خاص رنگ ونسل کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کی دعوت عالمگیر ہے۔

عیسائی مذہب کو وہ موحّد اس لئے قرار دیتا ہے کہ اس مذہب میں تین اقانیم تسلیم کئے جانے کے باوجود خدا کو ایک کہا گیا ہے۔

مندرجہ بالا تعریف میں عیسائیت کی آخری خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کفّارے پر ایمان رکھتا ہے اس جز کی تشریح کرتے ہوئے "گاروے" لکھتا ہے۔

"خدا اور بندے کے درمیان جو تعلق ہونا چاہئے اس کے بارے میں عیسائیت کا خیال یہ ہے کہ وہ گناہ کے ذریعہ خلل پذیر ہوگیا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اسے پھر سے قائم کیا جائے اور یہ کام صرف مسیح کو بیچ میں ڈالنے سے ہوتا ہے"۔ (عیسائیت کیا ہے؟ ص:۱۱)

عیسائیت کی تعریف کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ماخذ ومصادر اور اس کی تاریخ پر اختصار سے کلام کیا جائے۔

عیسائیت کے ماخذ ومصادر کیا ہیں؟

اوّلاً: مختصر طریقے سے یہ سمجھ لینا چاہئے ہے کہ عیسائیت کا اصل ماخذ تو "انجیل" ہی کو ہونا چاہئے تھا مگر چوں کہ "انجیل" جس زبان میں "حضرت عیسی علیہ السلام" پر نازل ہوئی تھی اس زبان کا اس وقت دنیا میں کوئی وجود نہیں ہے، وہ "انجیل" جو کہ حقیقی

’’انجیل‘‘ بھی بلاشبہ ضائع ہو چکی ہے، اس حقیقت سے عیسائیت کو بھی انکار نہیں ہے۔

دوسرا ماخذ: عیسائیت کا دوسرا ماخذ ’’قرآن‘‘ کریم کو بنایا جا سکتا ہے اور ’’قرآن کریم‘‘ اپنے تمام تر خواص و امتیازات کے اعتبار سے ایک نفس الامری اور واقعی ماخذ ہونے کی حیثیت رکھتا ہے۔

تیسرا ماخذ: عیسائیت کا تیسرا ماخذ وہ کتابیں ہیں کہ جن پر کلیسا کی عیسائیت کو اعتماد ہے، وہ تین طرح کی کتابیں ہیں: (۱) بائبل قدیم۔ (۲) حضرت عیسیٰ کی سیرت وتعلیمات پر مشتمل وہ کتابیں کہ جن کو لوگ انجیل اور تاریخی اسفار کے نام سے ذکر کرتے ہیں، (۳) وہ ایسی کتابیں جو اب عیسائیت کے یہاں مسلم ہیں اور وہ چار ہیں (۱) انجیل متی (۲) انجیل مرقس (۳) انجیل لوقا (۴) انجیل یوحنا، یہی معتبر کتابیں ہیں۔

چوتھا ماخذ: رسولوں کے وہ خطوط کہ جن کو یہ لوگ تعلیمی اسفار کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، یہ خطوط مقدار میں بائیس ۲۲ ہیں۔

قبل اس کے مذہب عیسائیت پر گفتگو کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا تعارف اور آپ کی تعلیمات کا اجمالی خاکہ پیش کر دیا جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں ’’حضرت مریم‘‘ کے ہاں بدون مس بشر پیدا ہوئے، اور آپ خدا کی قدرت کا ایک نشان تھے، حضرت مریم کے والد کا نام عمران تھا اور آپ علیہ السلام آل عمران میں سے ہیں، تمام علماء انساب کا اتفاق ہے کہ ’’عمران‘‘ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ: ۲/ ۵۶)

جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت عیسی علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا ہے اور درمیان کا زمانہ جس کی مدت تقریباً پانچ سو ستر ۵۷۰ سال ہے، فترۃ (انقطاع وحی) کا زمانہ ہے۔ (قصص القرآن: ۴/ ۱۲)

مختصر حالاتِ زندگی

روایات سے ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' کی زندگی پر کوئی خاطر خواہ اور تفصیلی روشنی نہیں ڈالی جاسکتی؛ البتہ اسرائیلی روایات میں اس سے متعلق مفصل مواد موجود ہے، لیکن اس پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرنا کسی صورت میں صحیح نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ اسرائیلی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' نے ابتدائی طور پر تعلیم گھر ہی میں حاصل کی، یوسف (حضرت مریم علیہا السلام کے منگیتر) نے انہیں متبرک اصول سکھائے، اس کے علاوہ صبح وشام کے متبرک طریقے انھوں نے اپنی والدہ سے سیکھے، اسی طرح وہ یہودیوں کی ''مجالس سبت'' (ہفتہ وار مجلس) میں اپنی والدہ کے ساتھ بڑی پابندی سے شرکت کرتے تھے۔

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' کی جوانی کے حالات اسرائیلی روایات بھی مفصل طور پر بیان نہیں کرسکیں؛ البتہ اتنی بات ضرور موجود ہے کہ ''یوسف'' کے انتقال کے بعد ''حضرت مریم علیہ السلام'' کنعان چلی گئیں اور ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' نے معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے ''بڑھئی'' کا پیشہ اختیار کرلیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضرت یحیی سے بپتسمہ کروانا

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' کو ''حضرت یحیی'' نے بپتسمہ دیا، جب ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' نہا کر آئے تو ان پر کبوتر کی شکل میں روح القدس کا نزول ہوا، اور آسمان سے آواز آئی کہ یہ میرا بیٹا ہے، میں اس سے خوش ہوں، اس واقعہ کو انجیل متی، مرقس، لوقا میں ذکر کیا گیا ہے جب کہ ''انجیل یوحنا'' میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جنگل میں ریاضت کرنا اور نبوت کا ملنا

حضرت یحیی سے بپتسمہ کے بعد آپ نے چالیس روز جنگل میں گذارے اور عبادت وریاضت میں مشغول رہے، جب آپ ریاضت کے بعد واپس تشریف

لائے تو آپ نے دعوت و تبلیغ کا کام شروع فرما دیا، اس وقت حضرت عیسی علیہ السلام کی عمر تیس سال تھی اسی زمانے میں آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ (تقابلِ ادیان: ۲۰۷، بمحاضرہ بر موضوع عیسائیت: ۴۲ تا ۴۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری

"انجیل متی" میں ہے کہ "حضرت عیسی علیہ السلام" نے تبلیغ کے لئے کچھ افراد کا انتخاب کیا جن کی تعداد بارہ (۱۲) تھی۔

انجیل لوقا میں ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے تبلیغ کی ضرورت کے پیشِ نظر بعد میں ستر آدمیوں کا انتخاب کیا تھا۔ (انجیل متی، باب: ۱۰۔ انجیل لوقا، باب: ۱۰۔ ماخوذ از محاضرۂ علمیہ: ۴۷ تا ۴۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

قرآن کریم نے "حضرت عیسی علیہ السلام" کے چار معجزات کا ذکر کیا ہے: (۱) اللہ کے حکم سے مردہ کو زندہ کرنا۔ (۲) پیدائشی نابینا کو بینا اور جذامی کو صحت مند کر دینا۔ (۳) مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارنا اور پھر بحکم خداوندی اس کا روح والا ہو کر اڑ جانا۔ (۴) اُن کا اس بات کی خبر دینا کہ کس نے کیا کھایا اور کیا کمایا۔

قرآن کریم اس کو اس طرح بیان کرتا ہے: "وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ﴿۴۹﴾" (آل عمران: ۴۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علمی دستاویز

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام" کے علمی دستاویز میں "انجیل" تھی، اور وہ واقعی

خدا کا پیغام تھا جو ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' پر خدا کی طرف سے اترا تھا، قرآن سے بھی ثابت ہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' کو انجیل دی گئی تھی نئے عہد نامے سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' کے عہد میں انجیل موجود تھی اور آپ شاگردوں کو اس کی منادی کا حکم دیتے تھے۔ (کتاب الاستفسار، ص: ۱۲۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں شرک کا کوئی شائبہ بھی نہیں پایا جاتا؛ بلکہ انھوں نے اپنی پیدائش کے فوراً بعد شرک وکفر کی جڑیں کاٹنا شروع کر دیں اور ہمیشہ شرک سے روکتے رہے ایک خدا کو سجدہ کرنے کا حکم دنیا کے سامنے پیش فرماتے رہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت، شریعت موسوی کی تکمیل تھی

قرآن کریم کی ذکر کردہ تصریحات کی روشنی سے معلوم ہوتا ہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی تکمیل کے لئے تشریف لائے تھے۔

انجیل کا بیان: چنانچہ انجیل متی باب/ ۱۵ میں موجود ہے کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں، نیز انجیل متی باب/ ۵ میں ہے کہ ''یہ نہ سمجھو کہ میں نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں''۔

خدا کی توحید اور اس کی عبادت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ہمیشہ توحید ہی کی دعوت دی ہے اور شرک سے ہمیشہ محفوظ رہنے کی تلقین کی ہے، جیسا کہ آئندہ عقائد کے باب میں اس کا ذکر آئے گا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت: قرآن کریم نے تو اس چیز کو اس طرح بیان کیا ہے: ''وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا

بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ'' (سورۃ الصف)

یعنی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آپ ﷺ کی آمد کی بشارت دیتے ہوئے بنی اسرائیل سے سلسلہ نبوت کے ختم ہونے کا اعلان بھی کیا ہے جیسا کہ انجیل لوقا باب: ۱۰ میں ہے کہ ستر شاگردوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: '' اور ان سے کہو کہ خدا کی بادشاہت تمہارے نزدیک آ پہنچی ہے، یہاں خدا کی بادشاہت سے نجات سے وہ طریقہ مراد ہے جو حضور ﷺ نے دیا ہے، اس چیز پر متعدد حوالہ جات اناجیل سے پیش کئے جاسکتے ہیں کیوں کہ اناجیل میں آپ ﷺ کی نبوت پر واضح اشارات موجود ہیں۔ (دیکھئے! عیسائیت کیا ہے؟ ص: ۱۷۲۔ محاضرہ: ۴۹)

انجیلی عیسائیت اور کلیساؤں کی عیسائیت میں فرق

اس مختصر جائزہ سے اس چیز کو بیان کرنا مقصود تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات بعینہٖ اسلامی تعلیمات کے مثل ہیں؛ لیکن کلیساؤں کی تبلیغ کردہ عیسائیت ان تعلیمات سے بالکل مختلف ہے، اور آج عیسائیت اسی پر کاربند ہے، عیسائیت میں یہ تبدیلیاں کیسے رونما ہوئیں ہیں اس کے جواب کے لئے آئندہ سطور ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ: مذاہبِ عالم میں ''عیسائیت'' کو ایک کلیدی اہمیت حاصل ہے اور گو کہ ان کی کتاب انجیل بھی تحریف اور تغیر کا شکار ہوئے بغیر نہ رہ سکی؛ لیکن یہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم نے یہودیوں اور عیسائیوں ہی کو ''اہل کتاب'' قرار دیا ہے، پھر دنیا میں ایک بہت بڑی جماعت اپنی مذہبی عقیدت کا مرکز عیسائیت کو سمجھتی ہے، ہم نے یہاں عیسائیت کے چند عقائد، ان کے اعمال، کتب مقدسہ اور دیگر چیزوں پر مختصر کلام کیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں تحریف کے ادوار

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس انجیل کو لائے تھے اس کا تو دنیا میں کوئی وجود نہیں رہا؛ البتہ کلیسا کی نظر میں اس وقت جو کتابیں معتبر ہیں (انجیل متی، مرقس، لوقا، یوحنا) ان کی

روشنی میں عیسائیت کا مطالعہ کرنے والا جب مذہب عیسائیت کو دیکھتا ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ عیسائیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی تعلیمات سے بالکل مختلف ہے؛ بلکہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، ان میں یہ فرق کیسے ہوا، اور عیسائیت اس تحریف کا کیسے شکار ہوئی اس کو یہاں اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

دورِ اوّل: وہ زمانہ کہ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں میں دین کی دعوت دیتے تھے۔

دورِ ثانی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد کا زمانہ ہے کہ اس زمانہ میں ''اناجیل اربعہ'' میں بیان کردہ عیسائیت کے خلاف پولس نے ایک نئے طرز کی عیسائیت کی داغ بیل ڈالی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے اسکا ساتھ دیا؛ مگر جب اسکی حقیقت آشکارا ہوگئی تو لوگوں نے اسکی شدت سے مخالفت کی، جسکی بناء پر عیسائیوں کے دو گروپ بن گئے (۱) یہودی عیسائیت کا علمبردار (۲) پالوی عیسائیت، ان دونوں گروپوں میں مسلسل اختلاف رہا، یہاں تک کہ قیصر ہیڈریان کے عہد میں ۱۲۵ء میں یہودی عیسائیت مغلوب ہوگئی اور پالوی عیسائیت کا غلبہ تھا، اس دور میں حقیقتاً رومیوں کا تسلط تھا اور عیسائیت مغلوب ہی تھی، عیسائیت کو رومی اور یہودی دونوں تکلیف پہنچاتے تھے اس دور کو ''دورِ مظالم'' بھی کہا جاتا ہے۔

دورِ ثالث: یہ دور قسطنطین اعظم کے عہد ۳۱۳ء گری گوری اول سے ۵۳۹ء تک کا زمانہ ہے، اس زمانہ میں مذہبی اور دینی مسائل میں مباحثوں کا آغاز ہوا، اس عہد کو ''عہد مباحثات'' بھی کہا جاتا ہے اس زمانہ میں اختلافات کو ختم کرنے کے لئے کونسلوں کا انعقاد ہوا جس کے نتیجہ میں اناجیل کی حیثیت ختم کردی گئی اور مذہب پر پادریوں کی اجارہ داری ہوگئی؛ چنانچہ سب سے پہلی کونسل ۳۲۵ء میں جو قسطنطین اعظم کی صدارت میں مقام ''نیقا'' میں ہوتی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابنیت کا مسئلہ طے ہوا، اس دور میں عیسائیوں میں رہبانیت کا رواج ہوا۔

کونسل کا مطلب کیا ہے؟

عقائد و اعمال سے متعلق عیسائی علماء کی مشاورتی میٹنگ کو کونسل کہا جاتا ہے، اس سے یہ شبہ نہ ہو کہ عیسائیوں کی کونسل تو مسلمانوں کے فقہی سیمیناروں اور مسلمانوں کے اجماع کی طرح ہیں، ایسا نہیں ہے؛ کیوں کہ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

اجماعِ اسلام اور کونسل میں فرق

علماء اسلام کے نزدیک اجماع نام ہے کہ اہل حل وعقد کسی مسئلہ میں غور وفکر کرتے ہیں اور جب اس کی اصل یعنی کسی نص صریح یا غیر صریح کا انکشاف ہو جاتا ہے تو اس کی بنیاد پر اس مسئلہ پر اتفاق کر لیتے ہیں اسی کا نام اجماع ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ جس مسئلہ سے متعلق کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ میں صراحتاً یا کنایتاً کوئی بات موجود نہ ہوتو اس طرح کے اجماع کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

جب کہ عیسائیوں کے یہاں حاملین دین کا کسی بھی معاملہ پر اتفاق کر لینا، قطعیت کا درجہ رکھتا ہے، خواہ اس اتفاق کی بنیاد نصوص میں موجود ہو یا نہ ہو بلکہ بسا اوقات تو وہ اتفاق نصوص کی صریح مخالفت پر مبنی ہوتا ہے۔

کونسلوں کی نوعیت؟

عیسائیوں میں دو طرح کی کونسلیں ہوتی تھیں (۱) عمومی۔ (۲) خصوصی۔

عمومی میں تمام کلیسا اور مذہبی جماعتوں کی نمائندگی ہوتی تھی جب کہ خصوصی میں کسی ایک فرقہ یا چند فرقوں کی نمائندگی ہوتی تھی۔

کونسلوں کی متعین کردہ تجاویز؟

ان کونسلوں میں الوہیت مسیح، روح القدس کی خدائی، ابنیّت مسیح کے عقائد طے کئے گئے، ان کے علاوہ ۱۲۲۵ء میں روم کے کلیسا اور اس کے نائبین کو غفرانِ ذنوب، اور نجات کا ٹکٹ دینے اور جنت ودوزخ کی تقسیم کے مالک ہونے کا فیصلہ کیا

گیا، یعنی کہ اب تمام اختیارات پوپ اور راہب کے پاس ہوں گے۔ اور اسی پر بس نہیں کہ یہ راہب حضرات اشیاء کی حلت وحرمت ہی کے فیصلہ کے لئے ہوں یا انھوں نے کسی کو معصوم ومغفور اور کسی کو جہنمی ہونے کی رسید دی ہو بلکہ ان تمام سے آگے بڑھ کر ان لوگوں نے اعتراف ذنوب کا سلسلہ شروع کیا کہ مجرم خلوت گاہ میں اپنے گناہوں کی تفصیلات ذکر کرتا اور اس وقت پوپ اور راہب اس کو معاف کرتا، اس شیطانی طریقہ سے کتنی عورتوں کی عصمتوں پر حملہ کیا گیا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

اسی بنیاد پر پوپ اور راہب ہر قسم کا اختیار واقتدار دنیاوی ہو یا آسمانی اپنے پاس رکھتا تھا، جس چیز کو وہ حلال کہتا تمام عیسائیت کے لئے اس کو حلال کہنا لازم تھا اسی طرح جس چیز کو وہ حرام کہتا عیسائیت کے لئے اس کی حرمت کا عقیدہ رکھنا لازم تھا۔

پوپ کے فیصلوں کی اہمیت

چنانچہ عیسائی دنیا انیس سو سالوں سے یہ کہتی رہی کہ یہودیوں کا دین حضرت مسیح کے خون سے داغدار ہے؛ مگر جب ۱۹۶۵ء میں پوپ نے یہودیوں کو اس خون سے بری کردیا تو تمام عیسائیت نے اس کو قبول کرلیا۔ اس کو قرآن کریم نے کہا ہے: "اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴿۳۱﴾" (سورۃ التوبۃ)

دور رابع: اس دور کی ابتداء ۵۹۰ء سے ۸۰۰ء تک ہے، اس عہد کو عہد مظلمہ (تاریک دور) کہا جاتا ہے، اس دور میں عیسائیت کو اسلام کا مقابلہ کرنا پڑا، یہ زمانہ عیسائیت کی تاریخ میں علمی، سیاسی اور مذہبی اعتبار سے تنزل اور انحطاط کا زمانہ ہے، اس زمانہ میں عیسائیت کو زوال ہوا؛ البتہ اس دور کی دو اہم خصوصیات ہیں: (۱) یورپ میں اسی زمانہ میں عیسائیت پھیلی ہے (۲) اسی دور میں اسلام کا آفتاب طلوع ہوا مشرق میں شام اور ایران کی عظیم سلطنتیں مسلمانوں کے زیر نگیں آگئیں اس کی وجہ سے مشرقی علاقوں میں عیسائیت کا اقتدار دم توڑنے لگا۔

دورِ خامس: ۸۰۰ء سے لے کر ۱۵۱۷ء تک کے زمانے کو عیسائی تاریخ میں قرونِ وسطی کا زمانہ کہا جاتا ہے، اس زمانے میں عیسائی پوپ اور حکومت وقت کے درمیان اقتدار کی کشمکش شروع ہوگئی، جس میں عہد شارلیمان سے گرگوری ہفتم ۱۰۷۳ء تک پوپ کو غلبہ حاصل رہا، اور عہد گرگوری ہفتم سے بوئی فینس ۱۲۹۴ء تک مغرب ومشرق کے کلیسا میں زبردست اختلاف ہوا، جس کی وجہ سے مشرقی کلیسا نے مغربی کلیسا سے الگ اپنا نام ''آرتھوڈوکس چرچ'' رکھا اور انھوں نے اپنا صدر مقام قسطنطنیہ منتخب کیا، اور سربراہ کا نام ''بطریق'' رکھا، جب کہ مغربی کلیسا کا نام ''کیتھولک چرچ'' تھا، اور اس کا صدر مقام روم (اٹلی) اور اس کے سربراہ کا نام ''پوپ'' ہوتا تھا، اسی زمانہ میں عیسائیوں نے مذہبی نقطۂ نظر سے مشرق وسطی میں مسلمانوں کے خلاف سات بڑی جنگیں لڑیں، جن میں مسلمانوں کو ہی فتح حاصل ہوئی، اس زمانہ میں صلیبی جنگوں کی وجہ سے ''پوپ'' کو اعلی اختیارات حاصل ہو گئے، تو انھوں نے اس کا غلط فائدہ اٹھا کر ''مغفرت ناموں'' کی تجارت کو عام کر دیا اور اپنے مخالفین کو انتہائی سخت سزائیں دیں؛ چنانچہ اس زمانے میں بعض مصلحین کھڑے ہوئے جنھوں نے اصلاحات کے لئے کوششیں کیں۔

دورِ سادس: یہ دور ''عہد اصلاح'' کہلاتا ہے، ۱۸۵۱ء سے اصلاح کی تحریکوں کا آغاز ہوا، مارٹن لوتھر نے جرمن اصلاحی تحریکوں کا آغاز کر کے مغفرت ناموں اور پاپاؤں کی اخلاقی بے اعتدالیوں اور ان کے مذہبی مظالم کے خلاف آواز بلند کر کے آہستہ آہستہ کامیابی حاصل کی، اس تحریک کے ماننے والوں کو ''پروٹسٹنٹ'' کہا جاتا ہے۔

دورِ سابع: اس دور کو ''عقلیت پرستی'' کا دور کہا جاتا ہے، اس دور میں پورا یورپ سیاسی علمی بیداری کی منزل پر پہنچ چکا تھا، ''مارٹن لوتھر'' وغیرہ جنھوں نے اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا، ان لوگوں نے بائبل کی تفسیر وتشریح میں پہلے لوگوں سے اختلاف کیا تھا، مگر

خود بائبل پر نکتہ چینی نہیں کرتے تھے؛ مگر جوں جوں یہ تحریک آگے بڑھتی گئی، اس کے زاویے بدلتے گئے، اور لوگوں کو عیسائیت کے بنیادی عقائد اور اس کی مذہبی کتب اور عبادات کے طریقوں میں شک وشبہ پیدا ہونے لگا اور اس میں اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ جو باتیں ہماری عقل میں نہیں آئیں گی اور سائنس کے اصولوں پر نہیں اتریں گی، ہم ان کو نہیں مانیں گے، اس قسم کے لوگوں کو ''عقلیت پرست'' کہا جاتا ہے۔

دورِ ثامن: تحریک عقلیت پسندی کا رد ۲/دو طریقوں سے سامنے آیا: (۱) کچھ لوگوں نے عقلیت کے زیر اثر مذہب میں تبدیلیوں کو اصولی طور پر تسلیم کرلیا اور پھر بائبل کے نظریات کو جدید بنانے کی کوشش کی اس تحریک کو تحریکِ تجدد کہا جاتا ہے۔

(۲) عقل پسندی کا دوسرا ردِ عمل مذہبی طبقے کی جانب سے سامنے آیا، جنھوں نے اس تحریک کے جواب میں خالص رومن کیتھولک مذہب کی بحالی اور اس کے احیاء کی تحریک شروع کی، اس تحریک نے کچھ لوگوں کو دوبارہ مذہب کی طرف لوٹایا؛ مگر مجموعی طور پر یہ تحریک کوئی خاص تاثر قائم نہیں کرسکتی، اٹھارہویں، انیسویں، بیسویں صدی میں ''کیتھولک'' اور ''پروٹسٹنٹ'' دونوں فرقوں نے یورپ کی استعماری طاقتوں کے ساتھ مل کر دنیا میں عیسائیت کی ترویج واشاعت میں بڑا سرگرم حصہ لیا، فی الوقت عیسائیوں نے اپنے وسائل سے فائدہ اٹھاکر ترقی پذیر مشنری دنیا کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا ہے، ان میں مشنری اسکولوں اور مشنری اداروں کا جال پھیلا رکھا ہے، جن کو ان کے مرکزوں سے مالی امداد سمیت ہر قسم کے فوائد حاصل ہورہے ہیں، اسی طرح علمی تکنیکی تربیت کے بہانے ان ممالک میں عیسائیت کی ترویج واشاعت جاری ہے۔

(تلخیص: محاضرہ بر موضوع عیسائیت، ص:۱۱ تا ۱۶۔ عیسائیت کیا ہے؟)

یہ تھا عیسائی مذہب کا ایک اجمالی تعارف؛ لیکن درحقیقت مذہب کا صحیح تعارف اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے تمام بنیادی عقائد کو اچھی طرح نہ سمجھ لیا

جائے؛ اس لئے اب ہم ایک ایک کر کے ان کے عقائد کی تشریح پیش کرتے ہیں۔

عیسائی مذہب میں خدا کا تصور

جہاں تک خدا کے وجود کا تعلق ہے، عیسائی مذہب اس معاملے میں دوسرے مذاہب سے مختلف نہیں ہے، مارس ریلٹن لکھتا ہے: ''عیسائیت کا خدا کے بارے میں یہ تصور ہے کہ وہ ایک زندۂ جاوید وجود ہے، جو تمام امکانی صفات کمال کے ساتھ متصف ہے، اسے محسوس تو کیا جاسکتا ہے؛ لیکن پوری طرح سمجھا نہیں جاسکتا اس لئے اس کی حقیقت کا تجزیہ ہمارے ذہن کی قوت سے ماوراء ہے وہ فی نفسہٖ کیا ہے؟ ہمیں معلوم نہیں، صرف اتنی باتیں ہمیں معلوم ہوسکتی ہیں جو خود اس نے بنی نوع انسان کو وحی کے ذریعے بتلائی ہیں''۔ (انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس: ۳/۵۸۱)

عقیدۂ تثلیث

عیسائیوں کا مشہور فلسفہ ہے ''تین ایک میں، ایک تین میں'' جسے وہ خود بھی آج تک حل نہیں کر سکے؛ تاہم یہ ان کے عقائد کا آئینہ دار ہے کہ وہ خدا کو تین اقانیم سے مرکب قرار دیتے ہیں، باپ، بیٹا اور روح القدس، اور ان تین اقانیم کی تعیین میں ان حضرات میں شدید اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ: خدا، باپ، بیٹے اور روح القدس کے مجموعے کا نام ہے، بعض کہتے ہیں کہ: باپ، بیٹا اور کنواری مریم وہ تین اقنوم ہیں کہ جن کا مجموعہ خدا ہے، ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ تین خدا ہی نہیں ہیں بلکہ ان کا مجموعہ خدا ہے، الغرض اس قسم کے شدید اختلافات ہیں جس کی وجہ سے یہ عقیدۂ تثلیث انتہائی پیچیدہ چیز بن گیا ہے؛ جبکہ اسلام توحید خالص کا علمبردار اور داعی ہے، کفر و شرک اور تثلیث کا ماحی ہے۔

عیسائیت کے پاس ایک کو تین یا تین کو ایک قرار دینے کی کیا وجہ جواز ہے، اس کو جاننے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ عیسائی مذہب میں، باپ، بیٹا اور روح

القدس سے کیا مراد ہے؟۔

باپ: عیسائیوں کے نزدیک باپ سے مراد خدا کی تنہا ذات ہے جس میں اس کی صفت کلام اور صفتِ حیات سے نظر قطع کر لی گئی ہو، یہ ذات بیٹے کے وجود کے لئے اصل کا درجہ رکھتی ہے۔

عیسائیوں کی تصریح کے مطابق ایک خدائی اصطلاح ہے جس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ باپ ''اصل'' ہے، مثلاً جس طرح ذات صفت کے لیے ''اصل'' ہوتی ہے اسی طرح باپ بیٹے کے لئے ''اصل'' ہے، ورنہ جب سے باپ ہے اسی وقت سے بیٹا ہے، ان میں سے کسی کو کسی پر کوئی تقدم حاصل نہیں ہے۔

بیٹا: بیٹے سے مراد عیسائیوں کے نزدیک خدا کی صفت کلام ہے؛ لیکن یہ انسانوں کی صفت کلام کی طرح نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے، ''اکوئیناس'' لکھتا ہے۔

''انسانی فطرت میں صفت کلام کوئی جوہری وجود نہیں رکھتی اس لئے اس کو انسان کا بیٹا یا مولود نہیں کہہ سکتے؛ لیکن خدا کی صفت کلام ایک جوہر ہے جو خدا کی ماہیت میں اپنا ایک وجود رکھتی ہے اس لئے اس کو حقیقتاً نہ مجازاً بیٹا کہا جاتا ہے اور اس کی اصل کا نام باپ ہے''۔

عیسائی عقیدہ کے مطابق خدا کو جس قدر معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ اس صفت کلام کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں، یہ صفت کلام باپ کی طرح قدیم اور جاوداں ہے، اور خدا کی یہی صفت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت میں حلول کر گئی تھی جس کی وجہ سے یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا کہا جاتا ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس: ۵/ ۵۸۵ بحوالہ عیسائیت کیا ہے؟)

روح القدس

روح القدس سے مراد باپ اور بیٹے کی صفتِ حیات اور صفتِ محبت ہے یعنی

صفت کے ذریعے خدا کی ذات (باپ) اپنی صفت کلام (بیٹے) سے محبت کرتی ہے اور بیٹا باپ سے محبت کرتا ہے، یہ صفت بھی صفت کلام کی طرح جوہری وجود رکھتی ہے اور باپ بیٹے کی طرح قدیم اور جاودانی ہے، اسی وجہ سے اس کو ایک مستقل اقنوم کی حیثیت حاصل ہے۔ (عیسائیت کیا ہے؟ ص:۱۶)

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "بپتسمہ" دیا جارہا تھا تو یہی صفت ایک کبوتر کے جسم میں حلول کر کے حضرت مسیح علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ (متی:۶/۱۳)

گویا اس عقیدۂ "توحید فی التثلیث" کا خلاصہ یہ نکلا کہ خدا تین اقانیم یا تین شخصیتوں پر مشتمل ہے، خدا کی ذات جسے "باپ" کہا جاتا ہے، خدا کی صفتِ کلام جسے "بیٹا" کہا جاتا ہے اور خدا کی صفت حیات ومحبت جسے "روح القدس" کہا جاتا ہے، ان تینوں میں سے ہر ایک خدا ہے؛ لیکن یہ تینوں مل کر تین خدا نہیں ہیں بلکہ ایک ہی خدا ہیں۔ (عیسائیت کیا ہے؟ ۱۷)

تین اور ایک کا اتحاد

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باپ، بیٹا اور روح القدس میں سے ہر ایک کو خدا مان لیا گیا تو خدا ایک کہاں رہا؟ وہ تو لازماً تین ہو گئے؟ یہی وہ سوال ہے جو عیسائیت کی ابتداء سے لے کر اب تک ایک چیستا بنا ہوا ہے، عیسائیوں کے بڑے بڑے مفکرین نے نئے نئے انداز سے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی، اور اسی بنیاد پر بے شمار فرقے نمودار ہوئے؛ لیکن ان تمام تر اختلافات کے باوجود آج تک کوئی تشفی بخش جواب عیسائیت کی طرف سے نہیں دیا گیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں عیسائیت کیا ہے)



حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق عیسائیوں کے عقائد

عیسائیوں کا پہلا عقیدہ

عقیدۂ حلول: اس سے مراد یہ ہے کہ خدائی صفات کی حامل ذات ایک وقت مقررہ کے لئے خدائی صفات کو چھوڑ کر انسانیت کے روپ میں زمین پر آئی، خدائی حیثیت سے وہ ذات خالق تھی، اور انسانی حیثیت سے مخلوق، یہ عقیدہ اسلام کی نگاہ فطرت میں تو کہاں اپنا مقام بناتا؟ عقل سلیم بھی اسے صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں؛ لیکن عیسائیت اس پر دل وجان سے فریفتہ ہے۔

عیسائیوں کا دوسرا عقیدہ

عقیدۂ مصلوبیت: حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں عیسائی مذہب کا عقیدہ یہ ہے کہ انھیں یہودیوں نے سولی پر چڑھا دیا تھا، اور اس سے ان کی وفات ہوگئی تھی، اس عقیدے کے سلسلے میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ عیسائیوں کے اکثر فرقوں کے نزدیک پھانسی اقنوم ابن کو نہیں دی گئی، جو ان کے نزدیک خدا ہے بلکہ اس اقنوم ابن کے انسانی مظہر یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کو دی گئی، جو اپنی انسانی حیثیت میں خدا نہیں ہیں؛ بلکہ ایک مخلوق ہیں۔

عیسائیوں کا تیسرا عقیدہ

عقیدۂ حیات ثانیہ: حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں عیسائی مذہب کا دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ وہ سولی پر وفات پانے اور دفن ہونے کے بعد تیسرے دن پھر زندہ ہوگئے تھے، اور حواریوں کو کچھ ہدایات دینے کے بعد آسمان پر تشریف لے گئے۔

عیسائیوں کا چوتھا عقیدہ

عقیدۂ کفارہ: عیسائیوں کے یہاں بنی نوعِ انسان کا طریقِ نجات، اب وہ نہیں جو پہلے رہا، اور جس کی پچھلے انبیاء دعوت دیتے رہے، ان کے یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے مسئلہ نجات ایک دوسری صورت میں ابھرا کہ مدارِ نجات، شریعت کی پیروی میں نہیں ہے، بلکہ مسیح علیہ السلام کے خون میں ہے جو سولی پاکر گناہ گاروں کے گناہ کا کفارہ ہوا، اور گناہ کی مزدوری موت کی صورت میں موصول ہوگئی۔ (کتاب الاستفسار: ۱۰۸)

عیسائی مذہب میں عبادات اور رسمیں

اصول عبادت: عیسائی مذہب میں عبادت کرنے کے بنیادی طور پر چار اصول ہیں:

① عبادت درحقیقت اس قربانی کا شکرانہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سولی پر چڑھ کر بندوں کی طرف سے دی تھی۔

② صحیح عبادت روح القدس ہی کے عمل سے ہوسکتی ہے۔

③ عبادت ایک اجتماعی فعل ہے جو صرف کلیسا ہی انجام دے سکتا ہے اگر کوئی شخص انفرادی طور پر عبادت کرنا چاہے تو وہ اسی وقت معتبر ہوگی جب کہ وہ کلیسا کا رکن ہوگا۔

④ عبادت کرنا یہ کلیسا کا بنیادی کام ہے اور اسی کے ذریعہ وہ "مسیح کے بدن" کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش ہوتا ہے۔

عبادت کا پہلا طریقہ

حمد خوانی: عیسائیوں کے یہاں عبادت کے مختلف طریقوں میں سے ایک طریقہ "حمد خوانی" کا ہے، جس کو پادری حضرات سمجھانے کے لئے عیسائیوں کی نماز بھی کہہ دیتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ہر روز صبح وشام لوگ کلیسا میں جمع ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک شخص بائبل کا کوئی حصہ پڑھتا ہے، یہ حصہ عام طور سے زبور کا کوئی

ٹکڑا ہوتا ہے، اس درمیان تمام لوگ کھڑے رہتے ہیں، زبور کے ہر نغمے کے اختتام پر گھٹنے جھکا کر دعا کی جاتی ہے، اور اس دعا میں گناہوں کے اعتراف کے طور پر آنسو بہانا بھی ایک پسندیدہ فعل ہے، یہ طریقہ تیسری صدی عیسوی سے مسلسل چلا آرہا ہے۔

عبادت کا دوسرا طریقہ:

بپتسمہ: عیسائیت میں داخل ہونے والے ہر شخص کے لئے اس رسم کا ادا کیا جانا ضروری ہے بپتسمہ کا مخصوص طریقہ یہ ہے کہ عیسائیت میں داخل ہونے والے شخص کو ایک کمرے میں لیجا کر اس طرح لٹایا جاتا ہے کہ اس کا منہ مغرب کی طرف ہوتا ہے، پھر وہ مغرب کی طرف اپنے ہاتھ پھیلا کر کہتا ہے "اے شیطان! میں تجھ سے اور تیرے عمل سے دستبردار ہوتا ہوں، پھر وہ اپنی زبان سے عیسائی عقائد کا اقرار کرتا ہے، پھر اس کو ایک کمرے میں لے جا کر اس کے کپڑے اتار کر دم کیا ہوا تیل اس کے جسم پر ملا جاتا ہے، پھر اس کو ایک حوض میں ڈالا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا وہ باپ، بیٹے اور روح القدس پر عیسائی تفصیلات کے مطابق ایمان رکھتا ہے یا نہیں؟ جواب اثبات میں پا کر اسے حوض سے نکال کر کپڑے پہنائے جاتے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ یہ شخص اب گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہوگیا ہے جیسے یہ سفید کپڑا، پھر اس کو جلوس کی صورت میں کلیسا لیجایا جاتا ہے۔

عبادت کا تیسرا طریقہ:

عشائے ربانی: یہ عیسائیوں کی ایک اہم رسم ہے، جو عیسائی مذہب اختیار کرنے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کی قربانی کی یادگار کے طور پر منائی جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گرفتاری سے ایک دن پہلے حواریوں کے ساتھ کھانا کھایا تھا تو اسی یاد میں اس کو منایا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر اتوار کو کلیسا میں ایک اجتماع ہوتا ہے، شروع میں کچھ دعائیں اور نغمے پڑھے جاتے ہیں، اس کے بعد

حاضرین ایک دوسرے کا بوسہ لے کر مبارک باد دیتے ہیں؛ پھر روٹی اور شراب لائی جاتی ہے اور صدر مجلس اس کو لے کر باپ، بیٹے اور روح القدس سے برکت کی دعا کرتا ہے، تمام حاضرین آمین کہتے ہیں، اس روٹی اور شراب کو اپنے جسم کا حصہ بناتے ہوئے عیسائیوں کے ذہنوں میں یہ عقیدہ تازہ ہوتا ہے کہ روٹی مسیح کے بدن میں تبدیل ہوجاتی ہے، اور شراب ان کے خون میں بدل جاتی ہے، اور تمام حاضرین اس کو کھا پی کر اپنے عقیدۂ کفارہ کو تازہ کرتے ہیں۔

عیسائیوں کے تہوار

اتوار کا دن: یونانی مشرکوں کے یہاں یہ دن سورج کی پوجا کے لئے مقرر تھا، اسی طرح ہندو بھی اتوار کو سورج کی پوجا کرتے تھے، ان کی دیکھا دیکھی عیسائیوں نے بھی اس کو مقدس سمجھنا شروع کردیا، اور اب یہ ان کے یہاں مقدس دن اور تہوار کا موقع ہوتا ہے۔

کرسمس: عیسائی تہواروں میں یہ دن ایسا ہی سمجھا جاتا ہے جیسے مسلمانوں میں عید کا دن، کیونکہ یہ عیسائیوں کا سالانہ تہوار ہے، جو ۲۵/ دسمبر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سالگرہ کے طور پر منایا جاتا تھا، اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس تاریخ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی، اس خوشی میں کیک کاٹے جاتے ہیں، اور مختلف طریقوں سے خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

عیسائیوں کی مقدس کتابیں

عیسائیوں کی مقدس کتابیں جو الہامی خیال کی جاتی ہیں، آج انہیں عہد نامہ جدید کہا جاتا ہے جو کہ درحقیقت بائبل کا دوسرا حصہ ہے، اس میں ستائیس ۲۷ کتابیں شامل ہیں، جن میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱) انجیل متی۔ (۲) انجیل مرقس۔
(۳) انجیل لوقا۔ (۴) انجیل یوحنا۔

اناجیل اربعہ

عیسائی مذہب میں مذکورہ چاروں اناجیل انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور انہی پر عیسائی مذہب میں تقدس کی چادر پڑی ہوئی ہے؛ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا کی وہ مقدس آسمانی کتاب جسے انجیل کہا جاتا ہے ان میں سے کوئی بھی نہیں اور خود عیسائی مصنفین کو اس بات کا اعتراف ہے کہ اناجیل کی حیثیت صرف اور صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمری ہونے کی ہے، یہ خدا کی نازل کردہ کتاب ہرگز نہیں ہے۔

(مزید تفصیل آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں)

عیسائیوں کے مختلف فرقے

آسمانی مذاہب میں عیسائیت کو جو اہمیت حاصل ہے اس میں کسی کو کلام نہیں اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابل تسلیم ہے کہ فرقوں کے اعتبار سے جتنی کثرت کا حامل یہ مذہب ہے کوئی اور نہیں، مثلاً نسطوریہ، یعقوبیہ اور ملکانیہ وغیرہ، جس کی سب سے اہم وجہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت کے بارے میں اختلاف ہے۔

چنانچہ کوئی انہیں خدا کہتا ہے، تو کوئی خدا کا بیٹا قرار دینے پر مصر نظر آتا ہے، کسی کی تان یہاں آکر ٹوٹتی ہے کہ خدا کی روح ان میں حلول کرگئی تھی، اور کسی نے عقیدۂ مصلوبیت کو اپنے ایمان کا جز بنایا، تاہم ان میں دو فرقوں کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی اور عیسائیوں کی اکثریت انہیں کے ساتھ وابستہ ہے۔

(۱) پروٹسٹنٹ فرقہ۔ (۲) کیتھولک فرقہ۔

پروٹسٹنٹ اور کیتھولک فرقوں کا تعارف

یہ دونوں عیسائیت کے اہم فرقے ہیں بلکہ آج دنیا میں عیسائیت کے یہی دونوں فرقے ہیں اور ان دونوں کے درمیان مذہبی مسائل میں سخت اختلافات ہیں؛

اگرچہ عقیدہ کا کوئی اختلاف نہیں؛ بلکہ ان کے باہمی اختلاف اس بات کو لے کر ہیں کہ کلیسا کو کتنا اختیار حاصل ہے اور اس کے علاوہ بعض دیگر رسموں میں اختلاف پایا جاتا ہے، ہندوستان میں برطانوی سامراج کیتھولک چرچ والوں ہی کا تھا۔

پروٹسٹنٹ فرقہ کا وجود

صلیبی جنگوں کے بعد ایسا وقت شروع ہوا کہ عیسائیوں کا اسلام کی طرف میلان ہوا، اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کو معلوم ہوا کہ انسان خدا تعالیٰ تک پوپ اور راہب کے بغیر بھی پہونچ سکتا ہے، اس زمانہ میں کلیسا کے اس حق کے خلاف بھی آواز بلند ہوئی جس میں کلیسا کو دوسروں کی مغفرت کرنے کا مکمل اختیار حاصل تھا؛ بلکہ کلیسا کے تمام غلط اقدامات کے خلاف آوازیں بلند ہونے لگیں، ان میں سب سے زیادہ مؤثر آواز "مارٹن لوتھر" کی تھی، جس نے سب سے پہلے مغفرت ناموں کی تجارت ختم کر کے عیسائیت میں پھیلی بدعات ورسومات کو مٹایا۔ البتہ بپتسمہ اور عشاء ربانی کو باقی رکھا، "مارٹن لوتھر" کی آواز پر جرمن، فرانس اور اٹلی کے لوگ لبیک کہتے رہے، جن لوگوں نے لوتھر کی دعوت کو اور اس کے نظریہ کو قبول کیا ان کو "پروٹسٹنٹ" کہا جانے لگا۔

فرقۂ پروٹسٹنٹ کی اصلاحات

① کلیسا کے سربراہ کو کوئی تقدیس حاصل نہیں ہے؛ بلکہ کتاب مقدس ہی ہمارے اعتقاد کے لئے کافی ہے۔

② کلیسا کی قیادت وسیادت محض وعظ وارشاد تک محدود ہے۔

③ کتاب مقدس کی تفسیر کا ہر شخص کو حق حاصل ہے، ایسا نہیں کہ اس کی تفسیر کا حق صرف کلیسا کو ہی حاصل ہو۔

④ مغفرت کا کام اللہ تعالیٰ کا ہے نہ کہ کلیسا کا۔

⑤ عشاء ربانی مسیح کے کفارہ کی یادگار ہے اور ان کی فداکاری کی نشانی ہے، ایسا

نہیں ہے کہ ''عشاءِ ربانی'' میں پی جانے والی شراب مسیح کا خون اور کھائی جانے والی روٹی ان کا گوشت بن جاتی ہو۔

⑥ رہبانیت کوئی چیز نہیں ہے اور ''پوپ'' بننے کے لئے رہبانیت کوئی لازمی چیز نہیں ہے۔

⑦ کلیسا میں تصویریں لٹکانا اور ان کی عبادت کرنا سب غلط ہے۔

⑧ نماز میں ایسی زبان کہ جو پڑھنے والے کے سمجھ میں نہ آئے اس کا استعمال کرنا غلط ہے۔ (عیسائیت کیا ہے، ص:۷۷۔ محاضرہ بر موضوع عیسائیت، ص:۱۹۱ تا ۱۹۴)

ملکانیہ فرقہ: یہ فرقہ پانچویں صدی عیسوی میں نمودار ہوا، اس کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا نہیں تھے؛ بلکہ فرشتہ تھے، انہیں خدا نے دنیا میں بھیجا تا کہ وہ دنیا کی اصلاح کریں۔

نسطوری فرقہ: یہ فرقہ بھی پانچویں صدی کے وسط میں نمودار ہوا، نسطوریہ کا کہنا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا خدا ہونا بھی بجا اور انسان ہونا بھی برحق؛ لیکن یہ تسلیم نہیں کہ وہ ایک شخصیت تھے جن میں یہ دونوں حقیقتیں جمع ہوگئی تھیں، حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات دو شخصیتوں کی حامل تھی، ایک بیٹا اور ایک مسیح، ایک ابن اللہ اور ایک ابن آدم، بیٹا خالص خدا ہے اور مسیح خالص انسان۔

یعقوبی فرقہ: یہ فرقہ چھٹی صدی کی پیداوار ہے، یعقوبیہ کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت مسیح نہ صرف یہ کہ ایک شخصیت تھے؛ بلکہ ان میں ''حقیقت'' بھی صرف ایک پائی جاتی تھی۔ اور وہ تھی خدائی وہ صرف خدا تھے گو ہمیں انسان کی شکل میں نظر آتے ہوں۔

(مقدمہ بائبل سے قرآن تک، ص:٦٦)

دوسرا باب: تعارف اسلام

مذہب اسلام

مذہب اسلام ایک عالمگیر اور نہایت ہی جامع مذہب ہے، مذہب اسلام کے تمام قوانین فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں، یہی وجہ ہے کہ اغیار بھی اس کی جامعیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں، مذہب اسلام سے متعلق کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مانند ہے؛ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ تمام مذاہب میں عام طور پر سب سے پہلا نام ''مذہب اسلام'' ہی کا آتا ہے، اس لئے ذیل میں اختصار کے ساتھ اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

سلام کا مفہوم کیا ہے؟

اسلام لغت میں اطاعت اور فرماں برداری کا نام ہے، بالفاظ دیگر اپنے آپ کو کسی کے حوالہ اور سپرد کر دینے کا نام اسلام ہے، اور اصطلاح شریعت میں نبی برحق کے حکم کے مطابق اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری کا نام اسلام ہے، اپنی رائے اور خیال کے مطابق اللہ کی اطاعت کرنے کا نام اسلام نہیں، بادشاہ اور حکومت کی اطاعت اور فرماں برداری وہی معتبر ہوتی ہے جو احکام وزارت کے ماتحت ہو احکام وزارت کو واجب العمل نہ سمجھنا یہ حکومت سے بغاوت ہے، اسی طرح انبیاء کرام خداوند ذو الجلال کے خلفاء اور بلا تشبیہ بمنزلہ وزراء کے ہیں، ان کی شریعت کے ماتحت جو حق تعالی کی اطاعت ہوگی وہ تو اسلام کہلائے گی ورنہ کفر کہلائے گی۔ (عقائد اسلام، ص:۱۸۰)

اسلام کا کلمہ کیا ہے

اسلام کا کلمہ ''لا الٰہ إلاّ اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' ہے، یہ کلمہ طیبہ ہے، یعنی ایسا کلمہ کہ جس میں اللہ تعالی کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنے اور

جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی نبوت کا اقرار کرنے کا عہد لیا جاتا ہے۔

اسلامی عقائد کا اجمالی خاکہ

اسلامی عقائد کو مختصر طریقہ سے ایمان مفصل میں بیان کیا جاتا ہے۔ ایمان مفصل یہ ہے "آمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ" یعنی کہ سات چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا اقرار کرنا لازم ہے۔ (۱) اللہ پر ایمان لانا۔ (۲) فرشتوں پر ایمان لانا۔ (۳) آسمانی کتابوں پر ایمان لانا۔ (۴) اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں پر ایمان لانا۔ (۵) قیامت کے دن پر ایمان لانا۔ (۶) اچھی بری تقدیر پر ایمان لانا۔ (۷) موت کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے پر ایمان لانا۔

مذہب اسلام کا امتیاز اور اس کی جامعیت

جیسا کہ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں میں جو بری خصلتیں اور غلط عقائد پیدا ہو گئے تھے وہ اگرچہ "بائبل" کی تعلیمات کے بالکل خلاف ہی تھے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ "بائبل" کی تعلیمات بھی کوئی ایسی جامع تعلیمات نہیں تھیں کہ ان کو حرفِ آخر قرار دیا جا سکے اور اس کے بعد کسی دوسری چیز کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو؛ بلکہ اگر ہم دیگر عالمی نظریات کو بھی ساتھ میں ملا لیں، خواہ وہ نظریات اور تعلیمات، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے پیش کردہ نظام حکمرانی اور سیاسی زندگی سے متعلق ہوں، یا اس کے علاوہ اخلاقی اور معاشرتی تعلیمات پر مشتمل ہوں، چاہے وہ برہمنوں کا فلسفہ ہو، یا گوتم بدھ اور مہابیر جیسے رہنماؤں کے پیش کردہ قوانین اور ہدایات ہوں، یہ تمام چیزیں اس وقت اگرچہ ذہنی اور فکری صلاحیتوں کو نقطۂ عروج پر تو لے جا رہی تھیں لیکن خرابی یہ تھی کہ ان میں مدار قوانین اور مدار فلسفہ صرف اور صرف عقل کو قرار

دیا گیا تھا، جو نہ تو دماغوں کو متاثر کرسکتا تھا، اور نہ ہی دلوں کو مطمئن کرسکتا تھا بلکہ ایک طالب حق عقلی موشگافیوں کی وجہ سے تلاش حق میں حیران وسرگرداں رہتا تھا، اس چیز کا اثر بنی اسرائیل پر بھی ہوا توریت والوں نے اگر توریت کو اپنے اغراض کے قالب میں ڈھال دیا تھا، تو وہیں انجیل کے ماننے والوں نے بھی توحید کی تعلیم کو تثلیث کے تاروں میں الجھا دیا تھا، اس وقت دنیائے انسانیت حیرت زدہ تھی، انسان اپنا مقصد زندگی فراموش کرچکا تھا، کہیں دہریت تھی، کہیں عقل پرستی تھی، کہیں انسانی پیشانی انتہائی ذلیل چیزوں کے سامنے جھکی تھی، الغرض جو طالب حق ہوتا وہ ماہی بے آب کی طرح بے تاب پھرتا تھا اور اس کو اطمینان کی سیرابی بالکل میسر نہیں ہوتی تھی، ایسے وقت میں جب کہ فطرت انسانی صحیح راہنمائی کے لئے مضطرب تھی اللہ رب العزت نے امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو اسلامی تعلیمات دے کر جو کہ عین قوانین فطرت کے مطابق تھیں انسانی ہدایت کے لئے دنیا میں مبعوث فرمایا۔

رحمۃ للعالمین جناب رسول اللہ ﷺ کی آمد

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصحاب فیل کے واقعہ کے پچاس دن بعد، ۹ / ربیع الاوّل بروز پیر کو قبیلۂ قریش کی سب سے معزز شاخ بنو ہاشم میں اللہ رب العزت نے نوع انسانی کے تمام طبقات پر رحم فرماتے ہوئے امام الانبیاء جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کی شکل میں ہماری دنیا کو دینی اور دنیوی کامیابیوں کے لئے ایک مکمل ضابطۂ حیات عطا فرمایا۔ (البدایۃ النھایۃ: ۲ / ۲۶۰)

امام الانبیاء کی صداقت پر دلائل

صداقت کی پہلی دلیل: خود آپ کی زندگی تھی، کہ کیا ایسا شخص جھوٹ بول سکتا ہے کہ جسکی ساری زندگی پاکبازی، سچائی، امانتداری، نیک دلی اور شریفانہ خصلتوں کی حسین تصویر ہو اور ایسے خدا کے اوپر کہ جس کے جلال وجبروت سے وہ ہر وقت ڈرتا بھی رہتا ہو۔

صداقت کی دوسری دلیل: قرآن کریم آپ ﷺ کی صداقت کی دوسری دلیل ہے، قرآن کریم معجز ہے اور معجز رہے گا، اس کے اعجاز پر بے شمار دلیلوں میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آج تک اس کی زبان نہیں بدلی؛ جبکہ دیگر آسمانی کتابیں نہ تو اپنی اصل زبانوں میں ہیں اور نہ ہی ان کے بولنے والے باقی رہے بلکہ اب تو صورت حال یہ ہو چکی ہے کہ اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ دیگر آسمانی کتابیں اصلاً کس زبان میں نازل ہوئیں تھیں؟

صداقت کی تیسری دلیل: آپ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات آپ ﷺ کی صداقت کی دلیل ہیں، تمام تعلیمات کو تو پیش نہیں کیا جا سکتا، البتہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کو صرف اس لئے پیش کیا جا رہا ہے تاکہ غور کیا جائے کہ کیا اس سے زیادہ سچی کوئی تعلیم ہے؟ اور کیا اس کے پیش کرنے والے کے تقدس اور اس مذہب کے حق ہونے میں کوئی شبہ کیا جا سکتا ہے۔ (سیرت محمد رسول اللہ ﷺ از: محمد میاں صاحب)

مذہب اسلام کے تین بنیادی عقائد

مذہب اسلام کی تعلیمات پر روشنی ڈالنے سے قبل ہم اسلام کی تین بنیادوں (توحید، رسالت اور آخرت) پر مختصر کلام پیش کریں گے۔

عقیدۂ ذات وصفات باری تعالیٰ

(۱) اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات وصفات کے ساتھ خود بخود موجود اور موصوف ہے، اس کے سواء تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موصوف ہوئی ہیں، اور اسی کے پیدا کرنے سے وجود میں آئی ہیں، خدا کو خدا اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ خود بخود ہے، اور اس کی ہستی خود اسی سے ہے۔

(۲) حق جل شانہ ایک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اس لئے کہ شرکت عیب ہے اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے نیز شریک کی ضرورت تب ہوتی ہے جب وہ کافی اور

مستقل نہ ہو، اور یہ نقص ہے جو وجود اور الوہیت کے منافی ہے۔ (عقائد اسلام، ص: ۳۶)

(۳) حق تعالیٰ شانہ قدیم اور ازلی ہے یعنی اس کے وجود کی نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا، وہ قدیم مطلق ہے، ''ہوالاول والآخر'' اس کے سوا کسی شیٔ کے لئے قدم اور ازلیت ثابت نہیں، چنانچہ امام غزالیؒ نے ان لوگوں کی تکفیر کی ہے جو ہیولی، صورت اور عقول کے قدیم ہونے کے قائل ہیں۔

(۴) حق تعالیٰ نہ کسی کے ساتھ متحد ہوسکتا ہے اور نہ کسی میں حلول ہوسکتا ہے:

حق تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہوتا، اور نہ کوئی چیز اس کے ساتھ متحد ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے اور نہ وہ کسی شیٔ میں حلول کرتا ہے، نصاریٰ کے نزدیک خدا تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کر گیا تھا۔

(۲) عقائد متعلقہ نبوت ورسالت

(۱) حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام حق تعالیٰ شانہ کے پاک اور برگزیدہ بندے ہیں جن کو اللہ نے خلق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا ہے؛ تاکہ خلق کو حق تعالیٰ کی طرف بلائیں اور گمراہی سے سیدھے راستے پر لائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو اسلام کی طرف دعوت دیں۔

(۲) نبوت ورسالت محض موہبت خداوندی اور عطیہ الٰہی ہے، وہ جس کو چاہتا ہے خلعت نبوت سے سرفراز فرماتا ہے، ''وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۝۱۰۵ (سورۃ البقرۃ) ''نبوت کوئی اکتسابی شیٔ نہیں جو مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل ہو جائے؛ بلکہ نبوت خدا اور بندوں کے درمیان سفارت ہے جب تک بادشاہ کسی کو اپنا نائب اور سفیر نہ بنائے اس وقت تک کوئی شخص محض اپنی قابلیت سے سفیر نہیں بن سکتا۔

(۳) تمام انبیاء کرام خدا کے پاک اور برگزیدہ بندے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے

معصوم تھے، انبیاء کی عصمت وطہارت اور نزاہت کا اعتقاد جزء ایمان ہے، اگر انبیاء معصوم نہ ہوتے تو اللہ تعالی مطلقاً اور بے چون وچرا ان کی اطاعت اور متابعت کا حکم نہ دیتا۔ (عقائد اسلام، ص:۷۷)

رسول کون ہونا چاہیے؟

سوال یہ ہے کہ نبی کون ہونا چاہیے؟ اس بارے میں بعض قوموں کو بڑے مغالطے لگے ہیں، بعضوں نے کہا: خود خدا کسی روپ میں آکر لوگوں کو اپنا قانون بتاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ بادشاہ اپنی رعیت کے پاس اپنا حکم نامہ بھیجنا چاہتا ہے اور خود ہی پوسٹ مین کی وردی پہن کر اپنا حکم نامہ گھر گھر بانٹتا پھرتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

بعض لوگوں نے یہ نہیں سمجھا کہ نبی اور پیغمبر کے لئے سب سے ضروری یہ ہے کہ جن انسانوں کی ہدایت کا کام اس کو کرنا ہے وہ ان کے رجحانات، ان کے مزاج اور ان کے احساسات سے واقف ہو، لہٰذا ان لوگوں نے خیال کیا کہ فرشتہ نبی ہونا چاہیے، بہر حال انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ضروری ہے کہ جو ہدایت کرنے والا ہو وہ انسان کے حالات ان کے رجحانات اور احساسات سے پوری طرح واقف ہو، اور یہ بات انسان ہی کو حاصل ہوسکتی ہے اس لئے اللہ نے نبی ہمیشہ انسانوں ہی میں سے بھیجے ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ”قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ (سورۃ بنی اسرائیل)“ (دین وشریعت:۷۲)

(۳) عقیدۂ آخرت

جن حقیقتوں پر ایمان لانا ہمارے لئے ضروری ہے، ان میں سے ایک عقیدۂ آخرت بھی ہے، قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالیوم الآخر کا ذکر کیا جاتا ہے، مثلاً کہیں ارشاد ہے: ”مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ“

کہیں فرمایا: ''یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ''۔ (دین شریعت، ص:۶۱)

آخرت پر ایمان لانے کا مطلب

آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کی بتائی ہوئی اس حقیقت کو تسلیم کیا جائے کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد ایک اور زندگی، ایک اور عالم آنے والا ہے اور وہاں انسان کو اس دنیا میں کئے ہوئے اس کے بُرے اور بھلے اعمال کی جزا اور سزا ملے گی۔

تمام ادیانِ سماویہ اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالی نے اپنے اوپر ایمان لانے کے ساتھ یوم آخرت پر ایمان لانے کا بیان فرمایا ہے اور اس چیز کو قرآن کریم میں بارہا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں ''وَقَاتِلُوْا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْآخِرِ''۔

عقیدۂ برزخ

قبر میں مؤمنوں اور کافروں سے منکر اور نکیر کا سوال حق ہے، قبر سے وہ گڑھا مراد نہیں جس میں مردہ کا جسم دفن کیا جاتا ہے؛ بلکہ عالم برزخ مراد ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان میں ایک عالم ہے جو من وجہ دنیا کے مشابہ ہے اور من وجہ آخرت کے، اس لئے کہ مرنے کے بعد اپنی ذاتی اعمال تو منقطع ہو گئے مگر زندوں کی دعاؤں اور صدقات وخیرات سے اس کو نفع پہنچتا رہتا ہے اور پس ماندوں کی دعاؤں سے اس کے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں تاکہ قیامت کے دن جب قبر سے اٹھے تو پاک اور پاکیزہ اُٹھے، برزخ اس چیز کا نام ہے جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو، اور شریعت میں عالم برزخ اس جہاں کو کہتے ہیں جو عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان حائل ہے۔ (عقائد اسلام، ص:۹۴)

ارکانِ اسلام:

ارکانِ اسلام پانچ ہیں جنہیں آپ اسلام کی عمارت کے بنیادی اور اہم ستون قرار دے سکتے ہیں جو کہ حسبِ ذیل ہیں:

① اقرار توحید ورسالت۔ ② نماز۔ ③ زکوۃ۔ ④ روزہ۔ ⑤ حج۔

توحید ورسالت:

ان دونوں کو ہم نے قدرے تفصیل کے ساتھ ''عقیدہ متعلقہ ذات وصفات باری'' اور ''عقیدۂ رسالت'' میں بیان کردیا ہے۔

نماز:

عبادات میں یہ سب سے اہم ہے، اس کی ادائیگی کے اوقات سے لے اختتام تک ایک ایک چیز کے لئے قواعد وضوابط مقرر ہیں، کیسے کھڑا ہونا ہے؟ کیسے جھکنا ہے؟ زمیں پر سر کس طرح رکھنا ہے؟ وغیرہ یہی وجہ ہے کہ بدنی عبادات میں نماز کو انتہائی جامع عبادت قرار دیا جاتا ہے۔

زکوۃ: جس شخص کے پاس مال کی ایک مخصوص مقدار پر پورا سال گزرجائے تو وہ اڑھائی فیصد کے حساب سے اپنے تمام مال سے فقراء کو مال دیتا ہے اس کو زکوۃ کہتے ہیں؛ تاکہ محتاجوں کی ضرورت پوری ہوسکے اور صاحبِ مال کے مال میں برکت ہو۔

روزہ: ماہِ رمضان میں طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اپنی خواہش (کھانا، پینا، جماع) سے رکنے کا نام روزہ ہے، جو مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد اب اس نہج پر پہنچا ہے جسے ہم مسلمانوں میں دیکھتے ہیں۔

حج: مکہ مکرمہ میں موجود بیت اللہ کا طواف، میدانِ عرفات میں وقوف اور منیٰ میں رمی جمار وغیرہ مخصوص طریقے سے مخصوص ایام ومہینوں میں انجام دینا ''حج'' کہلاتا ہے، یہ بھی مذہب اسلام کا ایک اہم رکن ہے جو کہ دولت مند حضرات پر واجب ہے۔

اسلامی تعلیمات

عبادات: اسلام نے اپنے پیروکاروں کا تعلق معبود حقیقی سے ہر موقع پر جوڑا ہے،

اور زندگی کے کسی لمحے کو بھی اس سے خالی نہیں رہنے دیا، چنانچہ نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کے ساتھ ساتھ اسلام کی نظر میں طلب کسبِ حلال سے لے کر ایک مسلمان کا کھانا، پینا بلکہ اپنی طبیعی ضروریات کو پورا کرنا بھی عبادت کے زمرے میں داخل ہو سکتا ہے۔(تقابلِ ادیان، ص:۲۲۸)

معاملات: معاملات کا تعلق دراصل ہماری زندگی کی ضرورتوں اور خواہشوں سے ہے، اللہ نے یہ بڑا فضل فرمایا کہ ان چیزوں کے بارے میں احکام دے کر ہمارے لئے ان کو بھی ثواب اور اپنا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا، معاملات سے مراد لین دین کے معاملات ہیں جیسے: قرض، امانت، خرید وفروخت نوکری، مزدوری وغیرہ، اس شعبے کی بھی دین میں بڑی اہمیت ہے بلکہ دوسرے شعبوں کے مقابلے میں اس کو اس حیثیت سے خاص امتیاز حاصل ہے کہ اس شعبے میں اپنی دنیوی منفعت اور مصلحت دوسرے شعبوں کے مقابلے میں زیادہ رہتی ہے مثلاً کاروبار میں منفعت اس میں نظر آتی ہے، اور نفس کی خواہش بھی عموماً یہ ہوتی ہے کہ جھوٹ، سچ، جائز اور ناجائز کا لحاظ نہ کیا جائے بلکہ جیسا موقع ہو، جس طرح بھی زیادہ نفع کی امید ہو کر گزر جائے؛ لیکن اللہ کا دین یہ کہتا ہے کہ خبردار! چاہے سراسر نقصان ہو لیکن جھوٹ ہر گز نہ بولو، اور صرف اسی طریقے سے کاروبار کرو جس کو اللہ نے حلال کیا ہے۔(دین شریعت، ص:۱۷۵)

معاشرت: معاشرت سے مراد رہن سہن کا وہ برتاؤ ہے، جو ان لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، جن سے کسی قسم کا تعلق اور واسطہ پڑتا ہے خواہ مستقل اور دائمی واسطہ ہو، جیسے: ماں، باپ اولاد، بھائی، بہن اور دوسرے اقارب اور میاں بیوی کا یا گھر کے برابر رہنے والے پڑوسی کا اور خواہ عارضی اور وقتی ہو، جیسا کہ مثلاً سفر کے رفیقوں کا یا مدرسہ یا کارخانہ کے ساتھیوں کا، اس شعبہ کو بھی مذہب اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔

معاشرت کا بھی حال معاملات کی طرح ہے؛ کیوں کہ اس میں خواہش نفس اور

اللہ کے حکم کے درمیان اکثر مقابلہ اور تصادم رہتا ہے اس لئے بندے کی بندگی اور فرماں برداری کا سب سے زیادہ سخت امتحان معاملات اور معاشرت میں ہوتا ہے۔

(دین شریعت، ص: ۱۷۵ تا ۱۷۶)

شریعت اسلامی کے مآخذ و مصادر

پہلا ماخذ قرآن کریم: اسلام اور دینی زندگی میں پیش آنے والے مسائل کے حل کا سب سے بڑا ماخذ ''قرآن کریم'' ہے، اور مسلمان اپنی رہنمائی کے لئے ہر مسئلے میں سب سے پہلے اسی کی طرف رجوع کرنے میں قلبی راحت محسوس کرتے ہیں اور اس میں آنے والے ہر حکم کو سر آنکھوں پر لیتے ہیں۔

قرآن کریم کا انجیل سے مقابلہ:

① قرآن کریم مبدأ اور معاد، توحید و رسالت، قیامت اور جزا و سزا نیز جنت اور جہنم کے احوال جس تفصیل سے بیان کرتا ہے، انجیل میں اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ہے۔

② قرآن کریم میں اصول و فروع، معاش و معاد، تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل، سیاست ملکیہ و مدنیہ، فقیری اور مالداری کے ساتھ حکمرانی اور جہانبانی کے جو قواعد مذکور ہیں وہ انجیل میں قرآن کریم کے مقابل ایک حصہ بھی نہیں ہیں۔

③ قرآن کریم نزول سے لے کر اب تک محفوظ ہے جب کہ انجیل محرف ہو چکی ہے۔

④ عیسائیوں کے پاس اپنی کتابوں کی کوئی سند نہیں ہے جب کہ مسلمانوں کے پاس قرآن کریم تو بہت دور، کتب احادیث کی بھی سندیں موجود ہیں۔

⑤ انجیل میں بہت سے مضامین ایسے ہیں کہ جو حق تعالی شانہ کی تقدیس اور عظمت کے خلاف ہیں جب کہ قرآن کریم ان تمام آلائشوں سے محفوظ ہے۔

(مقدمہ تفسیر حقانی: ۱۱۱۔ اسلام اور نصرانیت: ۳۲-۴۱)

دوسرا ماخذ احادیث: قرآن کریم کے بعد احکام کا دوسرا بڑا ماخذ ''حدیث'' ہے جس

کا آسان مفہوم پیغمبر اسلام کے اقوال، افعال اور مشاہدات بیان کیا جاسکتا ہے، یعنی آپ کا فرمان بھی مسلمانوں کے لئے رہنما ہے، آپ کا عمل بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی موقع پر خوش رہنا بھی ایک قانون ہے، بالفاظ دیگریوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس دینی و دنیوی رہنمائی کے لئے ایک علمی قرآن ہے اور دوسرا عملی قرآن۔

آپ ﷺ کی تعلیمات جن کتابوں میں جمع کی گئی ہیں ان میں سب سے زیادہ مستند کتابیں چھ ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:

① صحیح بخاری۔ ② صحیح مسلم۔ ③ جامع ترمذی۔ ④ سنن ابی داؤد۔ ⑤ سنن نسائی۔ ⑥ سنن ابن ماجہ۔

ان کتابوں کے علاوہ بے شمار احادیث کی کتابیں ہیں جو کہ اسلامی تعلیمات کے تمام پہلوؤں کو جامع ہیں۔

اسلام قبول کرنے کا طریقہ

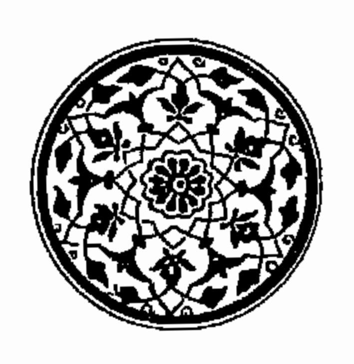
ادیانِ باطلہ میں داخل ہونے کے لئے مختلف قسم کے عجیب وغریب طریقے اختیار کئے جاتے ہیں، اسلام نے ان تمام کے برعکس انتہائی مختصر اور آسان طریقہ بیان کیا ہے، جس کے لئے کسی لمبے چوڑے مجاہدات یا عجیب وغریب امور کو اختیار کرنا کوئی ضروری نہیں بلکہ اسلام قبول کرنے کا خواہش مند غسل یا وضو کر کے کسی بھی مسلمان کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ لے؛ بلکہ اگر غسل اور وضو کرنے کا موقع نہ ملے اور خود ہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے، تب بھی اسے مسلمان شمار کیا جائے گا اور جب وہ لوگوں کے سامنے اپنے اسلام کو ظاہر کرے تو لوگ بھی اسے قبول کریں گے، اس کے برخلاف عیسائی مذہب اختیار کرنے کا طریقہ ہم نے پیچھے بیان کیا ہے، جو نہایت ہی عجیب وغریب ہے۔

اسلام ایک عالمگیر مذہب

تاریخ عالم سے واقفیت رکھنے والا ایک ادنی طالب علم بھی اس بات سے

واقف ہے اور مؤرخین نے بھی انتہائی صفائی سے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اسلام نے جس مختصر زمانے میں پوری دنیا پر اپنی فتح کے جھنڈے گاڑھے، اس کی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔

پھر اسلام نے غیر مسلموں پر اپنا جو اثر ڈالا، اسے وہ کبھی فراموش نہ کر سکے اور اسلام قبول کر لیا، کم از کم دیگر ادیان ومذاہب کی نسبت اسلام کے لئے اپنے دل میں انتہائی نرم گوشہ رکھا، جس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اسلام فطرت انسانی کے انتہائی قریب جا کر اپیل کرتا ہے، اور یہ خصوصیت کسی قومی یا نسلی یا علاقائی دین میں نہیں ہو سکتی، اس لئے ایک غیر جانب دار مصنف اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جو بجا طور پر زندگی کے ہر شعبہ کو مکمل طریقہ سے بیان کرتا ہے اور انسانیت کی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔



تیسرا باب: شریعت محمدیہ کا شریعت عیسویہ سے تقابل

تمام ہی اہلِ اسلام اس بات پر مطمئن ہیں اور یہ ان کا دعوی بھی ہے کہ دنیا میں موجود کسی بھی ملت اور کسی بھی شریعت کا شریعتِ محمدیہ کے ہم پلہ اور ہم سر ہونا تو در کنار، صداقت اور پختگی لطائف اور پاکیزگی میں شریعتِ محمدیہ کا عشر عشیر بھی نہیں ہے، شریعتِ حقہ کی عظمت اور اس کی برتری۔کے لئے چند دلائل ہدیۂ قارئین ہیں۔

پہلی دلیل:

شریعت محمدی: آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے تمام اصول وقوانین فطرتِ صیحہ کے عین مطابق ہیں وہ دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے مبرہن ہیں۔

شریعتِ موسویہ وعیسویہ:

یہود ونصاری کے پاس نہ اصول ہیں اور نہ ہی اس جامعیت کے ساتھ فروع ہیں اور اپنے اصولوں کے اثبات کے لئے ایک عقلی دلیل بھی ان کے پاس نہیں ہوتی ہے (ایسی دلیل کہ جس کو دلیل کہا جا سکے) اور جہاں تک دلائل نقلیہ کی بات ہے تو ان کا حال تو عقلیہ سے بھی خراب ہے، جیسا کہ گذرا اور آئندہ بائبل کے بیان میں آرہا ہے۔

دوسری دلیل: شریعتِ محمدیہ سابقہ تمام انبیاء کی تعلیمات اور ان کی حکمتوں کا لب لباب ہے، مزید برآں اس میں ایسے محاسن وکمالات اور ایسی خوبیاں ہیں جو کسی اور مذہب میں نہیں ہیں۔

جبکہ شریعتِ موسویہ وعیسویہ کم از کم ان محاسن اور خوبیوں سے تو خالی ہی ہیں کہ جن کو اسلام نے پیش کیا تھا۔

تیسری دلیل: شریعتِ محمدیہ کا ہر حکم معتدل اور متوسط ہے، افراط وتفریط سے

بالکل پاک ہے۔

جب کہ شریعتِ موسویہ میں افراط، شدت اور سختی ہے اور شریعتِ عیسویہ میں تفریط، انتہائی تخفیف وتساہل ہے۔

چوتھی دلیل: شریعتِ محمدیہ ایک عالمگیر شریعت ہے جو کسی زمانہ یا کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں ہے اور اس شریعت کے عالمگیر ہونے کو اگر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں لفظ ''کافۃ'' اور لفظ ''جمیعًا'' سے بیان کیا ہے تو وہیں دوسری طرف انجیل ، باب: ۱۴ درس ۱۶ میں اور توریت سفر پیدائش باب: ۹ ۴ میں بھی اسلام کے ہونے اور اس کے بانی (جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو ابد تک کا مددگار اور بھیجے جانے کی پیشین گوئی ہے۔

جب کہ شریعتِ عیسویہ اور موسویہ نے نہ تو اپنے عالمگیر ہو ــ اور نہ ہی ان کی تعلیمات اس کی متحمل ہوسکتی ہیں۔

پانچویں دلیل: شریعتِ محمدیہ ابتداءہی سے ہر قسم کی تبدیلیوں سے ـ ـ ـ ـ ساتھ محفوظ چلی آرہی ہے کہ اگر اس کی شان حفاظت کی زکوۃ نکال کر تمام دنیا کے مذہبوں اور حلقوں پر تقسیم کیا جائے تو سب غنی ہوجائیں۔

جب کہ اہل کتاب کے ہاتھ میں آج تک نہ کوئی قابل وثوق شریعت ہے اور نہ ہی کوئی قابل اعتماد کتاب، مجہول زمانہ کے مجہول مصنفین کی مجہول کتابیں ان جہلا ومجہولین کے ہاتھوں میں ہیں۔

چھٹی دلیل: شریعتِ محمدیہ نے حقوق اللہ اور حقوق العبد کی صحیح اور مکمل تعلیم پیش کی ہے، شریعتِ محمدیہ نے اگر حقوق نفس کا ایک طرف مکمل خیال کیا ہے تو دوسری نفسانی خواہشات پر پابندی بھی لگائی ہے۔ زندگی کا کوئی پہلو یا کوئی شعبہ ایسا نہیں کہ جہاں شریعتِ اسلامیہ انسانوں کی راہنمائی نہ کرتی ہو۔

جب کہ عیسائیت ہی نہیں بلکہ دنیا کے دیگر تمام مذاہب اس امتیاز اور خصوصیت سے محروم ہی ہیں۔ (اسلام اور نصرانیت: ۴۱ تا ۴۸)

چوتھا باب

عیسائیت اور اسلام کے تعارف کے بعد عیسائیت کے بنیادی عقائد۔ ''عقیدۂ تثلیث، عقیدۂ حلول، عقیدۂ مصلوبیت، عقیدۂ حیات ثانیہ، عقیدۂ کفارہ'' ۔قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں اناجیل سے موازنہ اور صحیح رخ کی تعیین کرتے ہوئے، اناجیل کے آپسی تناقضات کو بین کرتے ہوئے ان کے عقائد کے بطلان کو ثابت کیا گیا ہے، اور پھر عیسائیت کا تشریعی ماخذ ''بائبل'' کا تفصیلی تعارف اور اس کے حوالے سے پیش کیے جانے والے مغالطوں پر تردیدی کلام کیا گیا ہے۔ اس میں باب میں چار فصلیں اور اور ایک تتمہ ہے۔

پہلی فصل

عیسائیت میں خدا کا تصور

عیسائیت کا عقیدۂ تثلیث

انجیل اور قرآن کریم کے بیان کی روشنی میں

اس تقابل میں ہمارا مقصد جہاں یہ واضح کرنا ہے کہ مذہب عیسائیت کی تعلیمات اسلام کے بالمقابل ناقص اور ادھوری ہیں، وہیں یہ بات بھی ثابت کرنی ہے کہ موجودہ عیسائیت اگر ایک طرف اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے تو وہیں دوسری طرف انجیل کی تصریحات کے بھی خلاف ہے؛ کیوں کہ یہ بات مسلم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

بعثت کا مقصد کسی نئے مذہب کی بنیاد ڈالنا نہیں تھا بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کی تجدید اور اس کی تعلیمات پر عمل کی تلقین کرنا تھا، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبعین سے الگ کوئی جماعت نہیں بنائی، اور نہ اس کا کوئی مستقل نام رکھا، آپ بیت المقدس کے ہی ہیکل میں عبادت کرنے کے لئے جاتے اور اپنے آپ کو موسوی شریعت کا پابند سمجھتے تھے، اور دوسرے لوگوں کو بھی اسی شریعت پر عمل کی تلقین فرماتے تھے، جیسا کہ انجیل متّی میں ہے:

"یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائے ایک نقطہ یا ایک شوشہ تورات سے ہرگز نہ ٹلے گا" (متّی ب:۵)

الغرض! آپ نے اسی دین موسوی کی تعلیمات اور اس کے اصول وعقائد کو سامنے رکھ کر اپنی قوم کو ہمیشہ توحید ورسالت کی تبلیغ کی، آپ کی تعلیمات میں کہیں بھی آپ کی "الوہیت وابنیت" یا "عقیدۂ تثلیث" کا کوئی سراغ نہیں ملتا اس کے باوجود عیسائیوں نے مسیحی تعلیمات سے انحراف کر کے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی، اور "عقیدۂ تثلیث" کو اس کا بنیادی جزو قرار دیا، پھر عقیدۂ تثلیث میں چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا مان لیا گیا اس لئے اس کے نتیجے میں ایک دوسرا عقیدہ "عقیدۂ کفارہ" وجود میں آیا کہ جب حضرت عیسیٰ خدا اور خدا کے بیٹے ہیں تو آخر وہ صلیب پر چڑھ کر لعنت کی موت کیوں مرے؟ اسی سوال کے حل کے لئے عیسائیوں نے کفارے کا عقیدہ تصنیف کیا۔

ذیل میں خدا تعالیٰ سے متعلق عیسائی عقائد کا انجیل کے بیان سے تقابل دکھلایا گیا ہے جس میں عیسائی عقائد انجیل کے بیان سے بالکل ہٹے ہوئے ہیں برخلاف اسلامی عقائد کے کہ وہ انجیل کے بیان کے موافق اور مطابق ہیں۔

عیسائیوں کا عقیدہ ''اب''

عیسائی اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جس طرح ''باپ'' خدا ہے بالکل اسی طرح ''بیٹا'' بھی خدا ہے، اور ''روح القدس'' بھی بالکل اسی طرح کا خدا ہے۔

ایک عیسائی مصنف ڈاکٹر پوسٹ اپنی کتاب ''تاریخ الکتاب المقدس'' میں لکھتا ہے: ''طبیعة الله عبارة عن ثلاثة أقانیم متساویة، الله الأب، والله الابن، والله الروح القدس''۔ (النصرانیۃ، ص:۱۲۱)

لیکن عیسائیت کے اس عقیدہ کی انجیل کے بیانات اور توضیحات سے بالکل تائید نہیں ہوتی ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ: اللہ تعالی تن تنہا ہے اس کی خدائی میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے: ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴ '' اللہ تعالی سے متعلق جو مسلمانوں کا عقیدہ ہے انجیلوں میں بھی اس کی تائید ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

انجیل کا بیان:

① خدا صرف ایک ہے اس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں، انجیل مرقس میں ہے: ''اے اسرائیل: سن! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خدا ہے'' (مرقس ب:۱۲ نمبر ۲۸)

② ''تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا'' (لوقا ب:۱۸)

③ ''تو مجھ سے نیکی کی بات کیوں پوچھتا ہے نیک تو ایک ہی ہے'' (متی ب:۱۹)

④ ''ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں'' (یوحنا:۱۷ نمبر ۳)

انجیلوں کے ان بیانات غور فرمائیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی صرف وصرف ایک ہی ہے وہ تن تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، یہی عقیدہ اللہ رب العزت کی ذات سے متعلق مسلمانوں کا ہے، چنانچہ قرآن کریم کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن کا بیان: خدا صرف ایک ہے اس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں۔

① وَلَا تَقُولُوا ثَلٰثَةٌ ۚ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴿۱۷۱﴾ (سورۃ النساء) یہ مت کہو کہ خدا تین ہے، اس بات کو چھوڑو، بہتر ہوگا تمہارے واسطے بیشک اللہ تو اکیلا معبود ہے۔

② اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴿۱۱۰﴾ (سورۃ الکہف) تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

③ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲۵۵﴾ (سورۃ البقرۃ) اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، سب کو تھامنے والا ہے۔

④ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴿۱۰۲﴾ (سورۃ الانعام) یہی خدا تمہارا پروردگار ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

عیسائیوں کا عقیدہ "ابن"

"بیٹا" اپنی جملہ صفات وخصوصیات میں چوں کہ "باپ" کے برابر ہے اس لئے وہ بھی خدا ہے۔ "سوسنہ سلیمان" میں ہے:

والإيمان...... برب واحد يسوع الابن الوحيد المولود من الأب قبل الدهور من نور مولود غير مخلوق مساو للأب في الجوهر۔

(النصرانیۃ، ص: ۱۲۰)

ایک رب پر ایمان جو یسوع ہے اکلوتا بیٹا ہے جو زمانہ سے پہلے خدا کے نور سے پیدا ہوا، خدائے برحق سے پیدا شدہ برحق خدا ہے، مخلوق نہیں ہے اور وہ جوہر میں باپ کے برابر ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ: حضرت عیسی علیہ السلام سے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نہ تو خدا ہیں اور نہ ہی خدا کے بیٹے ہیں بلکہ وہ اللہ کے ایک سچے نبی ہیں اور اللہ تعالی کے ایک بندے ہیں۔

جب کہ موجودہ عیسائیوں کے نزدیک ''بیٹا'' اپنی تمام صفات میں ''باپ'' کے برابر ہے؛ لیکن جب ہم انجیل سے اس عقیدہ کا موازنہ کرتے ہیں تو انجیل کا بیان اس عقیدہ کی تردید کرتا ہے۔ انجیل کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

انجیل کا بیان: ① ''بیٹا'' کسی بھی صفت میں ''باپ'' کے برابر نہیں، نہ علم وقدرت میں اور نہ وجود میں؛ بلکہ وہ باپ سے الگ ایک بندۂ عاجز ہیں۔

حضرت مسیح نے قیامت کی گھڑی کی بارے میں فرمایا:

''لیکن اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ'' (مرقس، ب: ۱۳، نمبر ۳۲)

فائدہ: اس بیان سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ''بیٹا'' صفت علم میں ''باپ'' کے برابر نہیں ہے۔

② ایک عورت نے بھیڑ میں یسوع کی پوشاک چھوئی تو انھوں نے سوال کیا کہ کس نے میری پوشاک چھوئی؟ اس نے چاروں طرف نگاہ کی تاکہ جس نے یہ کام کیا تھا اسے دیکھے۔ (مرقس، ب: ۵)

فائدہ: اس بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ پوشاک کو کس نے ہاتھ لگایا، اس کا بیٹے کو علم نہیں ہوا۔

③ دوسرے دن جب بیت عیناہ سے نکلے تو اسے بھوک لگی اور وہ دور سے انجیر کا ایک درخت جس میں پتے تھے دیکھ کر گیا کہ شاید اس میں کچھ پائے؛ مگر جب اس کے پاس پہونچا تو پتوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ (مرقس، ب: ۱۱)

فائدہ: انجیل مرقس کے اس بیان سے بھی معلوم ہوا کہ ''بیٹے'' کو اگر پہلے سے علم ہوتا تو انجیر کے درخت کے پاس نہ جاتا، انجیل مرقس کے ان بیانات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ بیٹا ''علم'' میں باپ کے برابر نہیں ہے۔

بیٹا باپ کے بغیر عاجز ہے

انجیل کا بیان: ① زبدی کے بیٹوں کی ماں سے یسوع نے کہا تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے اس سے کہا: کہ یہ میرے دونوں بیٹے تیری بادشاہی میں تیری داہنی اور بائیں طرف بیٹھیں اس نے اس سے کہا: تم میرا پیالہ تو پیو گے؛ لیکن اپنے داہنے، بائیں بٹھانا میرا کام نہیں؛ مگر جن کے لئے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا ہے ان ہی کے لئے ہے۔ (متی، ب:۲۰)

فائدہ: انجیل کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ ''بیٹے'' میں اس بات کی بھی قدرت نہیں ہے کہ وہ کسی کو آسمانی بادشاہت میں شریک کرلے، معلوم ہوا بیٹا ''باپ'' کی اجازت کے بغیر کسی چیز کو کرنے پر قادر نہیں ہے۔

② وہ تھوڑا آگے جاکر زمین پر گرا اور دعا کرنے لگا کہ اگر ہوسکے تو یہ گھڑی مجھ پر ٹل جائے، اور کہا: اے ابا! اے باپ! تجھ سے سب کچھ ہوسکتا ہے، اس پیالہ کو میرے پاس سے ہٹالے، جو میں چاہتا ہوں وہ نہیں بلکہ جو تو چاہتا ہے وہ ہو۔ (مرقس، ب:۱۴، نمبر ۲۶)

فائدہ: انجیل کے اس بیان سے بیٹے کا عاجز ومضطر ہونا معلوم ہوتا ہے، نیز یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ ''بیٹے'' کی خواہش الگ ہے اور باپ کی خواہش الگ ہے۔

باپ اور بیٹا دونوں کا وجود الگ ہے

انجیل کا بیان: ① جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا اقرار کرے گا میں بھی اپنے ''باپ'' کے سامنے جو آسمان پر ہے اس کا اقرار کروں گا۔ (متی، ب:۱۰، نمبر ۳۲)

② تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو۔ (متی، ب:۳۲)

۳ یہ نہ سمجھو کہ میں باپ سے تمہاری شکایت کروں گا۔ (یوحنا، ب:۵، نمبر ۴۵)

فائدہ: ان حوالجات سے معلوم ہوا کہ "باپ" آسمان میں ہے اور "بیٹا" زمین میں ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی واضح ہوتی ہے "باپ" اور "بیٹا" دونوں کا وجود ایک ہی ہوتا تو شکایت کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چوں کہ "بیٹے" نے "باپ" سے شکایت کرنے کی بات کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ "بیٹا" "باپ" سے الگ ہی ہے۔

"بیٹا" "باپ" کی حمد کرتا ہے

انجیل کا بیان: اے باپ آسمان وزمین کے مالک میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے یہ باتیں داناؤں اور عقلمندوں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کیں۔ (لوقا، ب:۱۰، نمبر ۲۰)

فائدہ: اگر باپ اور بیٹا ایک ہیں تو پھر حمد کس کی کی جارہی ہے؟

عیسائیوں سے سوال

انجیل یوحنا میں ہے کہ جب مسیح نے سردار کاہن کو علانیہ جواب دیا تو "پیادوں میں سے ایک شخص نے جو پاس کھڑا تھا یسوع کے طمانچہ مار کر کہا کہ تو سردار کاہن کو ایسا جواب دیتا ہے" (یوحنا، ب:۱۸، نمبر ۲۲)

غور کیجیے اگر مسیح خدا ہوتے تو ان کو طمانچہ کیسے مارا جاتا؟ کہیں خدا کو بھی کوئی طمانچہ مار سکتا ہے؟۔

ان تمام تصریحات سے معلوم ہوا کہ موجودہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسی علیہ السلام خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں بالکل غلط ہے یہی مسلمانوں کا عقیدہ ہے، چنانچہ قرآن کریم کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن کا بیان: حضرت مسیح نہ تو خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے اور نہ اس کے برابر ہیں؛ بلکہ وہ ایک بندۂ برگزیدہ اور اللہ کے رسول ہیں۔

۱ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ﴿۷۵﴾ (سورة المائدة)

مسیح بن مریم صرف اللہ کے ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں، اور ان کی والدہ صدیقہ ہیں۔ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے، غور تو کرو ہم کس طرح دلائل بیان کرتے ہیں۔

﴿۲﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾

(سورة الزخرف) مسیح ابن مریم صرف اللہ کے بندے ہیں جن پر ہم نے اپنا فضل کیا اور بنی اسرائیل کے لئے ایک نمونہ بنایا۔

﴿۳﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ﴿۱۷﴾

(سورة المائدة) بے شک وہ لوگ کافر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ مسیح بن مریم خدا ہیں۔

﴿۴﴾ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾ (سورة التوبة)

یہود نے کہا عزیر خدا کا بیٹا ہے اور نصاری نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ باتیں اپنے منہ سے کہتے ہیں، ریس کرنے لگے اپنے کافروں کی بات کی، ہلاک کرے اللہ انہیں کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔

عیسائیوں کا عقیدہ ”روح القدس“

روح القدس بھی اپنی جملہ صفات وخصوصیات میں چوں کہ ”باپ“ اور ”بیٹے“ کے برابر ہے اس لئے وہ بھی خدا ہے۔

سوسنہ سلیمان میں ہے:

”والإيمان بالروح القدس الرب المنبثق من الأب الذي هو مع الابن

یسجد له ویمجد بالناطق بالأنبیاء" (النصرانیة، ص: ۱۲۰)

اور خدائے روح القدس پر ایمان جو زندہ ہے اور باپ سے ظاہر ہو کر باپ اور بیٹے کے ساتھ وہ بھی مسجود اور بزرگ ہے، اسی کے زیر اثر انبیاء بولتے ہیں۔

مسلمانوں کا عقیدہ: روح القدس اپنی کسی بھی صفت میں "باپ" کے برابر نہیں ہیں، وہ خدا ہو ہی نہیں سکتے بل کہ "روح القدس" تو جبرئیل نامی ایک فرشتہ ہے جس کے نفخہ سے بحکم خداوندی "بیٹا" پیدا ہوتا تھا۔

فائدہ: اس عقیدے کے تناظر میں انجیلوں کا بیان ملاحظہ فرمائیں، انجیلوں کے بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ "روح القدس" سے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ بالکل غلط ہے؛ بلکہ صحیح عقیدہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمادیا ہے اور انجیلوں میں بھی یہی بات مذکور ہے۔

انجیل کا بیان "روح القدس" خدا سے الگ ہے

"روح القدس" اپنی کسی صفت وخصوصیت میں باپ کے برابر نہیں اس لئے وہ بھی خدا نہیں ہوسکتا، نیز روح القدس اور بیٹا بھی آپس میں ایک اور برابر نہیں؛ بلکہ روح القدس جبرئیل نامی ایک فرشتہ ہے، جس کے نفخہ سے بیٹا پیدا ہوا۔

① حضرت مسیح نے ایک موقع پر اپنے شاگردوں سے کہا:

"جب تم برے ہو کر اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دینا جانتے ہو تو آسمانی باپ اپنے مانگنے والوں کو روح القدس کیوں نہ دے گا" (لوقا، ب:۱۱، نمبر ۱۳) صاف واضح ہے کہ "روح القدس" خدا نہیں ورنہ خدا کوئی ایسی چیز نہیں جو کسی کو دی جائے۔

② جب وہ روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو سنے گا وہی کہے گا۔ (یوحنا، ب:۲۶)

اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ "باپ" اور "روح القدس" دونوں میں فرق ہے؛

کیونکہ "باپ" کے بنا "روح القدس" اپنی طرف سے کچھ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔

روح القدس جبرئیل نامی فرشتہ ہے
جس کے نفخہ سے بحکم خداوند بیٹا پیدا ہوا

① یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوگئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ (متی، ب:۱، نمبر ۱۸)

② چھٹے مہینے جبرئیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نام سے ہوئی تھی، اور اس کنواری کا نام مریم تھا اور فرشتہ نے اس کے پاس اندر آکر کہا سلام تجھ کو جس پر فضل ہوا، خداوند تیرے ساتھ ہے۔

اسی واقعہ میں آگے ہے کہ "تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا"

"روح القدس" تجھ پر نازل ہوگا اور خدا کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی" (لوقا، ب:۱، نمبر ۲۶) ان دونوں تصریحات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ "روح القدس" ایک فرشتہ ہے جس کے نفخہ سے مسیح علیہ السلام کی ولادت ہوئی ہے، اس کو قرآن کریم بھی بیان کرتا ہے۔

قرآن کا بیان: "روح القدس" خدا نہیں بلکہ خدا کے مقرب اور اس کی طرف سے بھیجے جانے والے فرشتے ہیں، اسی طرح وہ "بیٹا" یعنی مسیح بھی نہیں بلکہ وہ مسیح سے الگ ہیں جس کے نفخہ سے مسیح پیدا ہوا۔

① وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ

كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾

اور ذکر کر کتاب میں مریم کا جب جدا ہوئی اپنے لوگوں سے ایک شرقی مکان میں پھر پکڑ لیا ان سے ورے ایک پردہ پھر بھیجا ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ پھر بن کر آیا وہ اس کے آگے آدمی پورا، بولی مجھ کو رحمان کی پناہ تجھ سے اگر ہے تو ڈر رکھنے والا، بولا میں تو بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کا کہ دے جاؤں تجھ کو ایک ستھرا لڑکا۔

﴿۲﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ﴿۴۵﴾ (سورۃ آل عمران)

جب فرشتے نے کہا: اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے اپنے ایک حکم کی جس کا نام مسیح ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا۔

﴿۳﴾ فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا ﴿۱۲﴾ (سورۃ التحریم)

پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی۔

﴿۴﴾ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ﴿۸۷﴾ (سورۃ البقرۃ) اور ہم نے اس کو روح القدس کے ذریعہ تقویت بخشی۔



دوسری فصل

عیسائیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام

اس فصل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق عیسائیوں کے عقائد اور ان پر تفصیلی ردوقدح کے ساتھ، اناجیل کے آپسی تناقضات کو سامنے رکھ کر ان کے عقائد کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے، نیز قرآن کریم کی واضح تعلیمات کی روشنی میں ان کا بطلان کیا گیا ہے، اور ضرورت پڑنے پر ان کے صحیح رخ کی تعیین بھی کی گئی ہے۔

حضرت عیسیٰ سے متعلق عیسائی عقائد

عیسائیوں کا پہلا عقیدہ

عقیدۂ حلول: اس سے مراد یہ ہے کہ خدائی صفات کی حامل ذات ایک وقت مقررہ کے لئے خدائی صفات کو چھوڑ کر انسانیت کے روپ میں زمین پر آئی، خدائی حیثیت سے وہ ذات خالق تھی، اور انسانی حیثیت سے مخلوق، یہ عقیدہ اسلام کی نگاہ فطرت میں تو کہاں اپنا مقام بناتا؟ عقل سلیم بھی اسے صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں؛ لیکن عیسائیت اس پر دل وجان سے فریفتہ ہے۔

عیسائی مذہب کے عقائد کا خلاصہ یہ ہے کہ خدائی صفت کلام (یعنی بیٹے کا اقنوم) انسانوں کی فلاح کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود میں حلول کر گئی تھی، جب یہودیوں نے آپ کو سولی پر چڑھایا تو یہ خدائی اقنوم ان کے جسم سے جدا ہوگیا، پھر تین دن کے بعد آپ دوبارہ زندہ ہوئے اور اپنے اصحاب کو کچھ ہدایات دے کر آسمان پر تشریف لے گئے، اور یہودیوں نے جو آپ کو سولی پر چڑھایا تھا اس سے تمام عیسائیوں کا یہ عقیدہ بنا کہ اللہ تعالی نے عیسائی مذہب پر ایمان رکھنے والے لوگوں کے اس گناہ کو معاف کردیا ہے جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی غلطی سے

[illegible]

[illegible]

[illegible] ... سے [illegible]

[illegible] ... سے [illegible]

[illegible] ... سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] (پ [illegible] / ۲۸)

[illegible] سے دلیل [illegible] کیا جاتا ہے [illegible] سے [illegible]

[illegible] سے گفتگو آئے گی۔

[illegible] پر یہ بات واضح رہے کہ عیسائیت نے [illegible] عقلی و نقلی سے دلائل پیش کیے ہیں [illegible] جہاں تک عقلی دلائل کی بات ہے تو [illegible] توجیہات کی ہیں۔

[illegible] حلول پر استدلال: اس مسئلہ کی بنیاد [illegible] نے ذکر کیا ہے کہ جب [illegible] سے صاف معلوم ہوا کہ خدا میں [illegible] انسانیت جیسا کہ [illegible] سے [illegible] انسانیت [illegible] مطلب [illegible]

[illegible]

انسانیت تھی جو ہماری انسانیت سے اتنی مختلف ہے جتنا خالق مخلوق سے مختلف ہوتا ہے۔

خلاصۂ استدلال یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت میں خدائی اور انسانیت دونوں چیزیں جمع تھیں؛ لیکن یہ انسانیت آدمی والی انسانیت نہیں تھی بلکہ خدا والی انسانیت تھی لہٰذا دونوں کے بیک وقت پائے جانے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

جواب: اس تاویل کا مدار دو چیزوں پر ہے: (۱) خدا نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا۔ (۲) خدا میں ایک انسانیت ہے جس کو خدائی انسانیت کہا جاتا ہے۔

پہلی بات کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے، یہ بات بائبل میں اگرچہ موجود ہے؛ لیکن اس کا مطلب قدیم علماء عیسائیت نے جو بیان کیا ہے اگر اسکو سمجھ لیا جائے تو بات واضح ہو جائے گی سینٹ اگسٹائن اپنی کتاب ''دی سٹی آف گاڈ'' کے کتاب ۱۲/باب: ۲۳/ میں لکھتے ہیں: کہ پھر خدا نے انسان کو اپنی مشابہت میں پیدا کیا، اس لئے اس نے انسان کیلئے ایک ایسی روح پیدا کی جس میں عقل و فہم کی صلاحیتیں ودیعت کی گئی ہیں تاکہ وہ زمین اور سمندر کی تمام مخلوقات سے افضل ہو جائے۔ (اگسٹائن: ۲/۲۰۵)

اس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ استدلال کی پہلی بنیاد جس سے یہ شبہ ہوا کہ خدائی انسانیت کوئی چیز ہے وہ باطل ہو جاتی ہے۔

دوسری بات: استدلال کی دوسری بنیاد خدائی انسانیت پر ہے تو سوال یہ ہے کہ خدائی انسانیت کیا چیز ہے؟ کیا اس میں بھوک پیاس تمام لوازم بشریت پائے جاتے ہیں یا نہیں، اگر کہیں کہ پائے جاتے ہیں تو یہ عیسائیت کے عقیدے کے خلاف ہے اور اگر کہیں کہ نہیں پائے جاتے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ تمام چیزیں کیسے پائی جاتی تھیں؟۔ (تلخیص عیسائیت کیا ہے؟ ص: ۳۰ تا ۴۱)

عیسائیوں کا دوسرا عقیدہ

عقیدۂ مصلوبیت: حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں عیسائی مذہب کا عقیدہ

یہ ہے کہ انھیں یہودیوں نے سولی پر چڑھا دیا تھا، اور اس سے ان کی وفات ہوگئی تھی، اس عقیدے کے سلسلے میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ عیسائیوں کے اکثر فرقوں کے نزدیک پھانسی اقنوم ابن کو نہیں دی گئی، جو ان کے نزدیک خدا ہے بلکہ اس اقنوم ابن کے انسانی مظہر یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کو دی گئی، جو اپنی انسانی حیثیت میں خدا نہیں ہیں؛ بلکہ ایک مخلوق ہیں۔

عقیدۂ مصلوبیت انجیل اور قرآن کی نظر میں

یوں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری اور ان کی سولی دیئے جانے کا قصہ چاروں انجیلوں میں مذکور ہے مگر ان میں اس قدر متضاد اور انہونی باتوں کی آمیزش ہے جن سے سولی کا سارا قصہ بناوٹی اور خیالی محسوس ہوتا ہے، ہم آگے چل کر انجیلوں کی متضاد اور انہونی باتوں کو نقل کریں گے، مگر پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف یہودی سازش اور مشورۂ قتل کے بارے میں انجیل کا بیان پڑھیے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف یہودیوں کی سازش انجیل کی نظر میں

”اس نے بلند آواز سے پکارا کہ اے لعزر! نکل آ، جو مر گیا تھا وہ کفن سے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے نکل آیا، پس بہتیرے یہودی جو مریم کے پاس آئے تھے اور جنھوں نے یسوع کا یہ کام دیکھا اس پر ایمان لائے“۔ (یوحنا، ب:۱۱)

آگے سردار کاہنوں اور فریسیوں کی مخالفت کا ذکر اس طرح ہے کہ ”پس سردار کاہنوں اور فریسیوں نے صدر عدالت کے لوگوں کو جمع کر کے کہا، ہم کرتے کیا ہیں؟ یہ آدمی تو بہت معجزے دکھاتا ہے، اگر ہم اسے یوں ہی چھوڑ دیں تو سب اس پر ایمان لے آئیں گے“۔

اس کے بعد ہے کہ:

”پس وہ اسی روز سے اسے قتل کرنے کا مشورہ کرنے لگے“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں؟

انجیل کا بیان: انجیل یوحنا باب ۷ میں ہے کہ ”پس سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اُن کو پکڑنے کے لئے پیادہ بھیجے، یسوع نے کہا کہ میں تھوڑے دنوں تک تمہارے پاس ہوں، پھر اپنے بھیجنے والے کے پاس چلا جاؤں گا، تم مجھے ڈھونڈو گے مگر نہ پاؤ گے اور جہاں میں ہوں تم نہیں آسکتے“

اخیر وقت میں اپنے حواریوں کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہی کہا تھا جیسا کہ یوحنا، ب: ۱۳ رمیں ہے کہ ”اے بچو! میں تھوڑی دیر اور تمہارے ساتھ ہوں، تم مجھے ڈھونڈو گے اور جیسا کہ میں نے یہودیوں سے کہا ہے کہ میں جہاں ہوں وہاں تم نہیں آسکتے، ویسا ہی تم سے بھی کہتا ہوں“۔

قرآن کا بیان: قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَىَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ (سورۃ آل عمران)

ترجمہ: ”جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کردوں گا تجھ کو کافروں سے اور رکھوں گا اُن کو جو تیرے تابع ہیں غالب اُن لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک، پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا۔ پھر فیصلہ کردوں گا تم میں جس بات میں تم جھگڑتے تھے“۔

کیا حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پکڑنے والوں کی طرف اشارہ کیا تھا؟

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے تو آپ نے اپنے حواریوں سے کہا کہ: ”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوائے گا۔ (آگے ہے کہ) جس نے میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالا وہی

مجھے پکڑ وائے گا۔ اس کے پکڑ وانے والے یہوداہ نے کہا: اے ربی! کیا میں ہوں اس نے اس سے کہا تو نے خود کہہ دیا"۔(متی باب:۲۶)

انجیل مرقس کا بیان: انجیل مرقس، باب ۲۲ میں ہے "جو میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالتا ہے" آگے یہودا کے پوچھنے کا ذکر نہیں ہے۔

انجیل لوقا کا بیان: اور انجیل لوقا، ب ۲۲ میں ہے: "دیکھو پکڑ وانے والے کا ہاتھ میرے ساتھ میز پر ہے"۔(یعنی دستر خوان پر)

انجیل یوحنا کا بیان: انجیل یوحنا باب ۱۳ میں ہے "یوحنا نے کہا اے خداوند! وہ کون ہے؟ یسوع نے جواب دیا جسے میں نوالہ ڈوبے کے دوں گا وہی ہے۔ پھر اس نے نوالہ ڈبویا، اور اس نوالہ کے بعد شیطان اس میں سما گیا پس یسوع نے اس سے کہا: جو کچھ تجھ کو کرنا ہے جلد کر لے"

تبصرہ: یہ بات کس قدر تعجب خیز ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کی سازش میں مخبری کرنے والے کو معین طور پر بتلا رہے ہیں، جب بھی کھانے کی مجلس درہم برہم نہیں ہوتی، اور نہ ہی ان کے جان نثار گیارہ حواریوں پر اس کا کچھ اثر ہوتا ہے، اور کس قدر حیرت ناک ہے یہ بات کہ کل تک تو حضرت عیسیٰ کے مبارک ہاتھ سے صرف شفاء ورحمت کا ظہور ہوتا تھا اور آج اسی ہاتھ سے نوالہ ڈبو کر دینے سے کھانے والے پر شیطان سما جاتا ہے اور ان سب سے بھی زیادہ پیچیدہ یہ بات ہے کہ: آپ جو اپنے مخبری کرنے والے سے یہ کہتے ہیں کہ "جو کچھ تجھ کو کرنا ہے جلد کر لے" کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اپنے قتل کی سازش میں شریک ہیں؟

انجیلوں کی تضاد بیانی: چاروں انجیلوں کی تضاد بیانی دیکھئے کہ انجیل متی اور مرقس کہتی ہے کہ "جو میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالتا ہے، اور انجیل لوقا کہتی ہے کہ پکڑنے والے کا ہاتھ میرے ساتھ میز پر ہے، اور انجیل یوحنا کہتی ہے کہ جس کو میں

لقمہ ڈبو کر دوں وہی ہے! اب کون سا الہام صحیح ہے اور کون سا غلط؟

اور بھی ملاحظہ کیجئے کہ یہودا کے بارے میں ایک الہام ہے جس میں یہودا ملعون ہو جاتا ہے کہ اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا (انجیل مرقس وانجیل لوقا) مگر دوسرے الہام میں اسی یہودا کو آسمانی بادشاہت کے بارہ تختوں میں سے ایک تخت پر بٹھا کر عدالت کرائی جا رہی ہے، لوقا، ب: ۲۲۔ اور متی باب ۱۹۔ میں ہے کہ: "بارہ تختوں پر بیٹھ کر بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے"

گرفتاری کا منظر اور انجیلوں کی تضاد بیانی

یہودا جو اُن بارہ (حواریوں) میں سے ایک تھا آیا اور اس کے ساتھ ایک بھیڑ لاٹھیاں اور تلواریں لئے ہوئے سردار کاہنوں اور بزرگوں کی طرف سے آپہونچی اور اُن کے پکڑ دانے والے نے انہیں یہ بتادیا تھا کہ جس کا میں بوسہ لوں وہی ہے اسے پکڑ لینا، اور فوراً یسوع کے پاس آکر کہا، اے ربی! سلام اور اس کے بوسے لئے، یسوع نے کہا میاں جس کام کے لئے آیا ہے کر لے اس پر انہوں نے پاس آکر یسوع پر ہاتھ ڈالا اور اسے پکڑ لیا۔ (متی باب ۲۶)

انجیل لوقا کا بیان: انجیل لوقا باب ۲۳، میں اتنا اضافہ ہے کہ "یسوع نے کہا، اے یہودا کیا تو بوسہ لے کر ابن آدم کو پکڑواتا ہے"۔

انجیل یوحنا کا بیان: انجیل یوحنا باب ۱۸ میں ہے کہ یسوع خود مجمع سے پوچھتے ہیں کہ تم کس کو ڈھونڈتے ہو، انہوں نے اسے جواب دیا یسوع ناصری کو، یسوع نے ان سے کہا میں ہی ہوں، اور اس کا پکڑوانے والا یہودا بھی اس کے ساتھ تھا۔

تبصرہ: ان انجیلوں کی تضاد بیانی دیکھئے! انجیل متی کہتی ہے کہ یہودا نے بوسہ لے کر مجمع سے یسوع کا تعارف کرایا اور انجیل یوحنا کہتی ہے کہ خود یسوع نے اپنے آپ کی پہچان کرائی تھا۔

عیسائیوں سے سوال

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا لوگ یسوع کو پہچانتے نہ تھے کہ یہودا کو پہچنوانے یا خود یسوع کو اپنے تعارف کرنے کی ضرورت پڑی؟ جب کہ یسوع ہر وقت مجمع عام میں دعوت وتبلیغ کیا کرتے تھے اور ان کے معجزات کی وجہ سے ہمیشہ اُن کے ساتھ ایک بھیڑ رہا کرتی تھی؟ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو لوگ پہچانتے تھے مگر کیا کہا جائے یہی چیزیں تو بائبل کے محرف ہونے پر دلیل بنتی ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کی یہودیوں کی عدالت میں پیشی اور انجیل کی تضاد بیانی

انجیل متّی باب ۲۶ میں ہے ''یسوع کے پکڑنے والے اس کو سردار کاہن کے پاس لے گئے'' اور آگے یسوع کے ساتھ سردار کاہن کے سوال وجواب کا تذکرہ اس طرح ہے کہ ''سردار کاہن نے کہا میں تجھے زندہ خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر تو خدا کا بیٹا مسیح ہے تو ہم سے کہہ دے تو یسوع نے اس سے کہا تو نے خود کہہ دیا؛ بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کی داہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے''۔

انجیل یوحنا کا بیان: انجیل یوحنا کے مطابق یسوع کو پہلے حنا کے پاس لے جایا گیا چناں چہ یوحنا باب ۱۸ میں ہے ''تب سپاہیوں اور ان کے صوبہ دار اور یہودیوں کے پیادوں نے یسوع کو پکڑ کر باندھ لیا اور پہلے حنا کے پاس لے گئے''۔

تبصرہ: حنا کے یہاں لے جانے کی بات اس انجیل کے سوا اور کسی انجیل میں نہیں ہے؛ بلکہ انجیل متی ومرقس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے مقدمات کی تحقیق رات ہی میں ہوئی، اور انجیل لوقا سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سپاہی رات میں گرفتار کر کے لے گئے تو انہوں نے رات میں مسیح کو مارا پیٹا اور صبح کو عدالت یہود میں پیش کر دیا۔

غور کیجیے! کہ اگر یہ کتابیں الہامی ہیں تو اس قدر تناقضات واختلافات کیا معنی رکھتا ہے؟

دربارِ پیلاطیس میں یسوع کی پیشی کے سلسلہ میں انجیلوں میں اختلاف

انجیل متّی باب ۲۷، اور مرقس باب ۱۵، میں اس طرح ہے کہ

''جب صبح ہوئی تو سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے ''یسوع'' کے خلاف مشورہ کیا کہ اسے مار ڈالیں اور باندھ کر لے گئے اور پیلاطیس حاکم کے حوالے کیا''۔

انجیل لوقا کا بیان: انجیل لوقا، ب: ۲۳ میں ہے کہ: ''پیلاطیس'' نے اس سے پوچھا کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے اُس نے اس کے جواب میں کہا کہ تو خود کہتا ہے''۔

پھر آگے ہے کہ ''پیلاطیس'' نے یسوع سے پوچھ تاچھ کرنے کے بعد اسے ''ہیرودیس'' کے پاس بھیجا، اور ''ہیرودیس'' نے اس کا مذاق اڑانے اور ٹھٹھا کرنے کے بعد دوبارہ پیلاطیس کے پاس بھیج دیا''۔

تبصرہ: یسوع کا رومی حاکم کی عدالت سے ''ہیرودیس'' کی عدالت میں جانا۔ پھر ''ہیرودیس'' کی عدالت سے رومی حاکم کی عدالت میں واپس جانا جس میں یسوع کو ایک حکومت کی ولایت سے دوسری حکومت کی ولایت میں لے جایا گیا۔ کتنا اہم واقعہ ہے؟ مگر لوقا کی انجیل کے علاوہ اور کسی انجیل میں اس کا ذکر نہیں حتّٰی کہ یوحنا بھی اسے نقل نہیں کرتا جسے اپنے بارے میں اس واقعہ کا عینی شاہد ہونے کا دعوی ہے۔

یسوع کے صلیب دیئے جانے کا حال اور اناجیل کی تضاد بیانی

انجیل متی اور مرقس کا بیان: انجیل متّی باب/ ۲۷، اور انجیل مرقس باب/ ۱۵ میں یسوع کی سولی کا حال اس طرح مذکور ہے:

''حاکم کے سپاہیوں نے یسوع کو قلعہ میں لے جا کر ساری پلٹن اس کے گرد جمع کی اور اس کے کپڑے اتار کر اسے قرمزی چوغہ پہنایا، اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا، اور ایک سرکنڈا اس کے داہنے ہاتھ میں دیا، اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اسے ٹھٹھوں میں اڑانے لگے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ! اور اس پر تھوکنے

لگے، اور وہی سرکنڈا لے کر اس کے سر پر مارنے لگے، اور جب اس کا ٹھٹھا کر چکے تو چوغے کو اس پر سے اتار کر پھر اس کے کپڑے پہنا دیئے، اور صلیب دینے کو لے گئے، جب باہر آئے تو ''شمعون'' نامی ایک قرینی ملا، اسے بیگار میں پکڑا کہ اس کی صلیب اٹھائے، اور اس جگہ جو گلگتا یعنی کھوپڑی کی جگہ کہلاتی ہے پہنچ کر پت ملی ہوئی مے (شراب) پینے کو دی، مگر اس نے چکھ کر پینا نہ چاہا (اس کے کڑوا ہونے کی وجہ سے)، انھوں نے صلیب پر چڑھایا، اس کے کپڑے قرعہ ڈال کر بانٹ لئے، وہاں بیٹھ کر اس کی نگہبانی کرنے لگے، اور اس کا الزام لکھ کر اس کے سر سے اوپر لگایا، کہ یہ یہودیوں کا بادشاہ یسوع ہے، اس وقت اس کے ساتھ دو ر ۲ ڈاکو صلیب پر چڑھائے گئے ایک داہنے اور دوسرا بائیں، اور راہ چلنے والے سر ہلا کر اس پر لعن طعن کرتے تھے اور کہتے تھے اے مقدس کے ڈھانے والے اور تین دن میں بنانے والے، اپنے تئیں بچا اگر تو خدا کا بیٹا ہے، تو صلیب پر سے اتر آ۔

آگے ڈاکوؤں کا لعن طعن کرنا بھی مذکور ہے کہ ''اسی طرح ڈاکو بھی جو اس کے ساتھ صلیب پر چڑھائے گئے تھے اس پر لعن طعن کرتے تھے''۔

انجیل لوقا اور انجیل یوحنا کا بیان

انجیل لوقا، ب ر ۲۳ میں کچھ اضافہ کے ساتھ اس واقعہ کو نقل کیا گیا ہے، اور انجیل یوحنا باب ر ۱۹ میں ہے: ''وہ اپنی صلیب آپ اٹھاتے ہوئے اس جگہ تک باہر گیا جو کھوپڑی کی جگہ کہلاتی ہے جس کا ترجمہ عبرانی میں گلگتا ہے، وہاں انھوں نے اس کو اور دو شخصوں کو صلیب دی ایک کو ادھر اور ایک کو ادھر (اور) یسوع کو بیچ میں''۔

تحقیق نظر: جس کو صلیب پر چڑھایا جاتا ہے قانون کے مطابق وہ خود اپنی صلیب اٹھاتا ہے؛ مگر تین انجیلوں کا بیان ہے کہ انھوں نے ''شمعون'' نامی ایک قرینی کو پکڑ کے صلیب اس پر رکھ دی، اور صرف انجیل یوحنا کہتی ہے کہ یسوع خود

اپنی صلیب آپ اٹھائے ہوئے اس جگہ تک باہر گیا، اس صورت میں کس کی بات کو صحیح کہا جائے اور کس کو غلط بتایا جائے؟

انجیل یوحنا کا، انجیل مرقس اور متی سے تضاد

انجیل متّی و مرقس میں ہے کہ وہ دونوں ڈاکو بھی حضرت مسیح پر لعن طعن کر رہے تھے جو ان کے ساتھ صلیب پر چڑھائے گئے تھے؛ مگر انجیل یوحنا ان دونوں کے بارے میں صرف اتنا کہتی ہے کہ وہاں انھوں نے اس کو اور اس کے ساتھ دو شخصوں کو صلیب دی ایک ادھر ایک اُدھر۔

انجیل لوقا کا تفرد

اور لوقا میں ہے کہ: ''جو بدکار صلیب پر لٹکائے گئے تھے، ان میں سے ایک اسے یوں طعنہ دینے لگا کہ کیا تو مسیح نہیں ہے، تو اپنے آپ کو اور ہم کو بچا، مگر دوسرے نے اس کو جھڑپ کر جواب دیا کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا؛ حالاں کہ اسی سزا میں گرفتار ہے، اور ہماری سزا تو واجبی ہے''۔

تبصرہ: یہاں چاروں انجیلوں کے اختلاف و تناقض کو دیکھئے! دو انجیلیں کہتی ہیں کہ دونوں ڈاکو یسوع کو طعنہ دے رہے تھے اور لوقا کی انجیل صرف ایک کے طعنہ دینے کو ذکر کرتی ہے اور دوسرے کو یسوع کا حمایتی بتا رہی ہے، اور عینی شاہد ''یوحنا'' ان دونوں ڈاکوؤں کے طعنہ دینے کو سرے سے ذکر ہی نہیں کرتا ہے۔

پھر یہ صلیب کا منظر تو نہایت دردناک اور عبرتناک ہوا کرتا ہے، ایسے میں ان ڈاکوؤں کو طعنہ دینے اور یسوع کے ساتھ گفتگو کرنے کی کیسے فرصت ملی ہوگی؟ جب کہ صلیب پر ان کے ہاتھ پاؤں میں کیل ٹھوک دیئے گئے ہوں۔

نتیجہ: ان تضاد بیانیوں کی وجہ سے جہاں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ کتابیں الہامی نہیں بلکہ محرف ہیں، وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ خواہ ''مصلوبیت'' کا ہو

خواہ ''کفارہ'' کا ہو، عیسائیوں کا گھڑا ہوا ہے۔

یسوع کے مرنے کا منظر اور انجیلوں کی تضاد بیانی

متی اور مرقس کا بیان: متی اور مرقس یسوع کے مرنے کا منظر اس طرح بیان کرتے ہیں، جیسے یسوع پریشان اور گھبرایا ہوا ہو اور خدا سے شکایت کر رہا ہو۔

''تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلّا کر کہا۔ ایلی، ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا، اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا''۔

اور انجیل لوقا سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع بہت مطمئن اور راضی بقضا تھا۔

''یسوع نے بڑی آواز سے پکار کر کہا کہ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کر دم توڑ دیا''۔ (لوقا، ب: ۲۴)

انجیل یوحنا کا اختلاف

یوحنا میں ان تمام انجیلوں کے برخلاف نہ یسوع کے چلّانے کا ذکر ہے نہ گھبرانے کا صرف ایک بات اُن کے منھ سے نکلی کہ ''تمام ہوا'' اور سر جھکا کر جان دیدی۔

انجیل متی کا بیان

متی ''یسوع'' کے جان دیتے وقت ایک عجیب معجزے کا ذکر کرتا ہے کہ ''یسوع پھر بڑی آواز سے چلّایا اور جان دیدی اور مقدس کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا اور زمین لرزی، اور چٹانیں تڑک گئیں، اور قبریں کھل گئیں، اور بہت سے جسم ان مقدسوں سے جو سو گئے تھے جی اٹھے''۔

انجیل مرقس کا بیان

انجیل مرقس میں صرف اتنا ہے کہ مقدس کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گئے۔

انجیل لوقا کا بیان: لوقا اس کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ: ''پھر دو پہر کے قریب

سے تیسرے پہر تک تمام ملک میں اندھیرا چھایا رہا اور سورج کی روشنی جاتی رہی، اور مقدس کا پردہ بیچ میں سے پھٹ گیا، پھر یسوع نے بڑی آواز سے پکار کر کہا، اے باپ! میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں''۔

تنقید: یوحنا جو اس واقعہ کا عینی شاہد ہے اور شروع سے اخیر تک حضرت مسیح کے پیچھے پیچھے رہا ہے اس طرح کا کوئی واقعہ نقل نہیں کرتا ہے، اتنا بڑا واقعہ کہ مردے اپنی قبروں سے زندہ ہو رہے ہیں اور زلزلہ آرہا ہے، اس کا چرچا تو پورے ملک میں ہونا چاہئے تھا، اور ہزار ہا آدمیوں کو دین عیسائیت قبول کرنا چاہئے تھا؛ مگر نہ کوئی ایمان لا رہا ہے اور نہ کسی تاریخی کتاب میں اس کا تذکرہ ہو رہا ہے حتی کہ یوحنا بھی اس سے پہلوتہی کرتا ہے۔ (بائبل سے قرآن تک)

تبصرہ: انجیلوں کی تضاد بیانی دیکھئے کہ پہلی دو انجیلیں کہتی ہیں کہ یہ واقعہ یسوع کے جان دینے کے بعد پیش آیا۔

اور تیسری انجیل کہتی ہے کہ یسوع کے جان دینے سے پہلے پیش آیا، اور انجیل مرقس میں صرف پردے کے پھٹنے کا ذکر ہے، جب کہ متّی میں زلزلہ اور قبروں سے مردوں کے جی اٹھنے اور مقدس شہر میں جا کر لوگوں سے ملاقات کرنے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

غور کیجئے! اس قدر سنگین اختلاف کی صورت میں کس انجیل کی بات صحیح مانیں اور کس کی بات کو غلط کہیں؟

خلاصۂ کلام: عیسائیت کا حضرت عیسی علیہ السلام کی مصلوبیت سے متعلق عقیدہ اناجیل کی روشنی میں بے بنیاد معلوم ہوتا ہے، اس سلسلہ میں قرآن کریم کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن کا بیان: حضرت عیسی علیہ السلام نہ تو قتل کئے گئے اور نہ سولی پر چڑھائے گئے؛ بلکہ یہودیوں کی سازش کو خاک میں ملا کر اللہ تعالی نے انہیں زندہ آسمان پر اٹھالیا، اور یہودیوں پر صورت حال کو مشتبہ بنا دیا۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًاۢ ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ (سورۃ النساء)

ترجمہ: یہود نے عیسی علیہ السلام کو نہ تو قتل کیا اور نہ اسے سولی دی؛ بلکہ اُن پر صورتِ حال مشتبہ کردی گئی، اور جو لوگ اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ اس کے اندر شبہ میں پڑے ہوئے ہیں، اُن کو اس کی کچھ خبر نہیں، صرف اٹکل پر چل رہے ہیں، بے شک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا؛ بلکہ اللہ نے اسے اپنی جانب اٹھا لیا، اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

حضرت عیسی علیہ السلام کے قریبی دور کے عیسائی آپ کو سولی دیئے جانے کے قائل نہ تھے

جہاں حضرت عیسی علیہ السلام مبعوث ہوئے یعنی فلسطین اور شام اِن جگہوں کے عیسائیوں کا عام طور سے یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسی علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے؛ بلکہ ان کی جگہ دوسرا شخص مصلوب ہوا تھا۔

عیسائیوں میں ایک فرقہ باسلیدی، دوسرا سرنتھی، تیسرا کارپوک راطی، چوتھا دوسیی، یہ چاروں فرقے حضرت مسیح کے قریبی زمانے میں تھے یہ سب کہتے تھے حضرت یسوع مصلوب نہیں ہوئے ہیں؛ بلکہ شمعون نامی ایک قرینی کو پکڑ کر صلیب دیا گیا تھا۔ (امان الایمان، ص:۱۴۲)

اناجیل سے تائید

اس کی تائید تینوں انجیلوں متّی، مرقس، اور لوقا کے بیان سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ پہلے گذرا کہ جب مسیح کو صلیب دینے کے لئے لے جارہے تھے تو شمعون

نامی ایک قرینی کو پکڑ کر صلیب اس پر رکھ دی، اور رومی قانون کے مطابق جس کو صلیب دیا جاتا ہے وہ اپنی صلیب خود لے جاتا ہے۔

انجیل برناباس اور پطرس کا بیان:

انجیل برناباس میں ہے کہ یہودا کی بولی اور چہرہ بدل کر حضرت عیسی علیہ السلام کے مشابہ ہو گیا، یہاں تک کہ ہم لوگوں کو بھی خیال ہوا کہ وہی یسوع ہے، اور آج کل انجیل پطرس دستیاب ہوئی ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کو سولی دینے سے پہلے آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

صلیب مقدس: عیسائی مذہب میں عقیدۂ مصلوبیت ہی کی بناء پر صلیب کے نشان (✝) کو عیسائیوں کے نزدیک بہت اہمیت حاصل ہے۔

تقدیس صلیب کی وجہ؟

اس کی تفصیل یہ ہے کہ شاہ قسطنطین نے ۳۱۲ء میں اپنے حریف کے ساتھ جنگ کے دوران آسمان پر صلیب کا نشان بنا ہوا دیکھا، پھر مئی ۳۲۶ء میں اس کی والدہ کو کہیں سے ایک صلیب ملی، جس کے بارے میں لوگوں کا خیال یہ تھا کہ یہ وہی صلیب ہے جس پر بزعم نصاری حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دی گئی تھی، اس قصے کی یاد میں عیسائی ہر سال ۳/ مئی کو ایک جشن مناتے ہیں جس کا نام "دریافتِ صلیب" رکھتے ہیں۔ (عیسائیت کیا ہے؟ ۴۳)

کیا مذہب عیسائیت میں صلیب کی تقدیس واقعی ہے؟

گذشتہ تفصیل سے جب یہ بات واضح ہوگئی کہ دنیائے عیسائیت دو/ ۲ صدیوں سے اس نشان سے ناواقف تھی اور پھر بعد میں چل کر یہ نشان ان کا شعار بن گیا؛ حالاں کہ نہ تو حضرت عیسی علیہ السلام نے اس کا کوئی حکم دیا اور نہ ہی حواریوں میں سے کسی نے اس کو اختیار کیا بلکہ یہ تو تیسری صدی کی پیداوار ہے، تو

عیسائیت میں اس کو جو مقام حاصل ہے وہ یقیناً محل نظر ہوگا۔

صلیب کی تعظیم کیوں؟

عیسائیت سے آج تک اس کا کوئی صحیح جواب نہیں دیا جا سکا کہ جس چیز پر حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی دی گئی وہ اتنی مقدس کیسے ہوئی؟ وہ چیز تو تکلیف کا سبب بنی ہے اور جو چیز ایک جلیل القدر نبی کو تکلیف پہونچانے کا ذریعہ بنے اس کی تعظیم کرنا اور اس کو مقدس اور متبرک ماننا کیسے صحیح ہوسکتا ہے، ایک سلیم الفطرت شخص اس کو کبھی بھی تسلیم نہیں کرسکتا ہے۔

ایک شبہ کا جواب: عیسائیوں کی طرف سے اگر یہ کہا جائے کہ چوں کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے مصلوب ہوکر عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے اسی لئے ہم اس کی تعظیم کرتے ہیں تو پھر یہ بات صحیح ہوسکتی ہے؛ لیکن پیچیدگی تو یہ ہے کہ ’’عقیدۂ کفارہ‘‘ ہی غلط ہے جیسا کہ آئندہ اس پر بحث آرہی ہے۔

عیسائیوں کا تیسرا عقیدہ

عقیدۂ حیات ثانیہ: حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں عیسائی مذہب کا دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ وہ سولی پر وفات پانے اور دفن ہونے کے بعد تیسرے دن پھر زندہ ہوگئے تھے، اور حواریوں کو کچھ ہدایات دینے کے بعد آسمان پر تشریف لے گئے۔

(عیسائیت کیا ہے؟ ص: ۴۴)

یسوع کے دوبارہ زندہ ہونے کا قصہ اور انجیلوں کی تضاد بیانی

انجیل متی کا بیان: انجیل متی میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ

’’کاہنوں اور فریسیوں نے پیلاطیس کے پاس جمع ہوکر کہا کہ خداوند! ہمیں یاد ہے کہ دھوکہ باز نے جیتے جی کہا تھا کہ میں تین دن کے بعد جی اٹھوں گا، پس حکم دے کہ تین دن قبر کی حفاظت کی جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے شاگرد چرا لے

جائیں، اور لوگوں سے کہہ دیں کہ وہ مردوں میں سے جی اٹھا، تو یہ پچھلا دھوکہ پہلے سے بھی بڑا ہوگا، پیلاطیس نے ان سے کہا تمہارے پاس پہرے والے ہیں۔ جاؤ جہاں تک ہو سکے اس کی حفاظت کرو، پس پہرے والے کو ساتھ لے کر گئے اور پتھر پر مہر کر کے قبر کی حفاظت کی''۔

عیسائی مذہب میں یسوع کے مردوں سے جی اٹھنے کی گواہی میں یہی گواہی سب سے قوی ہے یعنی تیسرے دن قبر کا خالی پانا۔

انجیل متی کا بیان: انجیل متّی باب/ ۲۸ میں ہے: ''ہفتہ کے دن پو پھٹتے وقت مریم مگدلینی اور دوسری مریم قبر کو دیکھنے آئیں اور دیکھو ایک بہت بڑا بھونچال آیا کیوں کہ خداوند کا فرشتہ آسمان سے اترا، اور پاس آکر پتھر کو لڑھکایا، اور اس پر بیٹھ گیا، اس کی صورت بجلی کی مانند تھی اور اس کی پوشاک برف کی مانند سفید تھی اور اس کے ڈر کے مارے نگہبان کانپ اٹھے اور مردہ سے ہوگئے، اور فرشتوں نے عورتوں سے کہا کہ تم نہ ڈرو کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ تم مسیح کو ڈھونڈتی ہو، جو مصلوب ہوا تھا وہ یہاں نہیں ہے، کیوں کہ وہ اپنے کہنے کے موافق جی اٹھا ہے، آؤ یہ جگہ دیکھو جہاں خداوند پڑا تھا، اور جلد جاکر ان کے شاگردوں میں کہو کہ وہ جی اٹھا ہے، اور دیکھو وہ تم سے پہلے گلیل کو جاتا ہے''۔ (متّی، باب:۲۸)

انجیل مرقس کا بیان: انجیل مرقس میں اسی واقعہ کو اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ دو عورتیں نہیں تھیں بلکہ تین تھیں، مریم مگدلینی ویعقوب کی ماں مریم اور سلومی، اور قبر دیکھنے نہیں آئی تھیں بلکہ یسوع پر خوشبودار چیز ملنے آئی تھیں۔

تحقیقی نظر: متی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پو پھٹتے وقت آئیں، اور مرقس میں طلوع آفتاب کے وقت آنے کا تذکرہ ہے، اور لوقا کی انجیل میں ہے کہ بہت سی عورتیں تھیں، متی کی انجیل میں ہے کہ اُن عورتوں کے سامنے بھونچال آیا، اور فرشتہ

نے پتھر کو اُن کے سامنے لڑھکا دیا، اور یہ عورتیں قبر کے اندر نہیں گئیں، اور مرقس کی انجیل میں پتھر پہلے سے لڑھکا ہوا تھا۔ اور اس میں ایک سفید پوش نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ لوقا میں ہے کہ دو براق پوشاک پہنے ہوئے شخص بعد میں آ کھڑے ہوئے۔

انجیل یوحنا سے معلوم ہوتا ہے کہ مریم مگدلینی اکیلی قبر پر آئی تھی، اور قبر سے پتھر کو ہٹا ہوا دیکھ کر پطرس اور دوسرے شاگردوں کے پاس دوڑی ہوئی گئی اور ان سے کہا کہ خداوند کو قبر سے نکال لے گئے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اسے کہاں رکھ دیا ہے۔

تبصرہ: غرض یہ کہ یسوع کے دوبارہ جی اُٹھنے اور مختلف لوگوں کے دکھائی دینے کا بیان بھی چاروں انجیلوں میں موجود ہے؛ مگر ان میں باہم اس قدر اختلاف وتضاد ہے جس سے یہ حادثہ ایک خیالی اور بناوٹی کہانی معلوم ہوتا ہے جس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔

عیسائیوں سے سوال

پھر یہاں یہ سوال بھی ہوتا ہے کہ جب یہودیوں نے قبر پر پہرہ بٹھا رکھا تھا تو پہرے دار کیا کرتے رہے کہ یسوع قبر سے نکل کر بھاگ گیا؟ اور پہرے دار کیا کر رہے تھے کہ یسوع کے شاگرد بلا روک ٹوک آ رہے ہیں اور عورتیں یسوع کی لاش پر خوشبو ملنے آ رہی ہیں، کیا تین دن کے بعد بھی مردے کی لاش ایسی رہ جاتی ہے کہ اس پر خوشبو ملی جاسکے؟ یہ ساری باتیں خیالی اور انہونی معلوم ہوتی ہیں۔

عیسائیوں کا چوتھا عقیدہ

عقیدۂ کفارہ: عیسائیوں کے یہاں بنی نوعِ انسان کا طریقِ نجات، اب وہ نہیں جو پہلے رہا، اور جس کی پچھلے انبیاء دعوت دیتے رہے، ان کے یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے مسئلہ نجات ایک دوسری صورت میں ابھرا کہ مدارِ نجات، شریعت کی پیروی میں نہیں ہے، بلکہ مسیح علیہ السلام کے خون میں ہے جو سولی پا کر گناہ گاروں کے گناہ کا کفارہ ہوا، اور گناہ کی مزدوری موت کی صورت میں موصول

ہوگئی۔ (کتاب الاستفسار:۱۰۸)

عقیدۂ کفارہ انجیل اور قرآن کریم کی روشنی میں

عیسائیوں کا عقیدہ: خدا کا ازلی وابدی بیٹا (مسیح) انسان کی نجات کے لئے آسمان سے اترا اور اس نے انسان کے گناہوں کے عوض اپنی جان کو کفارہ میں دیا تاکہ آدمیوں کے گناہوں کی سزا خود اٹھا کر گناہ گار کو سزائے ابدی سے رہائی بخشے۔

''سوسنۂ سلیمان'' میں ہے:

والذي من اجلنا نحن البشر ومن أجل خطايانا نزل من السماء وتجسد من الروح القدس ومن مريم العذراء تأنس وصلب عنا علٰى عهد بيلاطيس، وتألم وقبر وقام من الاموات في اليوم الثالث۔ (النصرانیۃ، ص:۱۲۰)

جو ہم انسانوں اور ہمارے گناہوں کے سبب آسمان سے اترا اور روح القدس اور مریم سے جسم حاصل کیا، اور انسان بنا، اور بیلاطیس گورنر کے زمانہ میں ہماری طرف سے سولی پر چڑھایا، اور تکلیف اٹھائی، اور قبر میں دفن ہوا، اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھا۔

اناجیل کا بیان: گناہ گاروں کو گناہوں کی معافی اور نجات صرف ایمان، عمل صالح اور توبہ وغیرہ سے ملتی ہے، اور یہی چیزیں انسان کو سزائے ابدی سے رہائی دیتی ہیں۔

انجیل یوحنا کا بیان: میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو میرا کلام سنتا ہے اور اس پر جس نے مجھے بھیجا ہے ایمان لاتا ہے ہمیشہ کی زندگی اسی کی ہے اس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا۔

(یوحنا، ب:۵)

نتیجہ: معلوم ہوا کہ نجات کا مدار ایمان اور عمل ہے۔

انجیل متی کا بیان

① ایک شخص نے سوال کیا کہ اے استاذ! میں کون سی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ کی

زندگی پاؤں؟ یسوع نے جواب دیا: لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر اس نے اس سے کہا کون سے حکموں پر یسوع نے کہا یہ کہ خون نہ کر زنا نہ کر، چوری نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے اپنے باپ کی عزت کر اور اپنے پڑوسی سے اپنے مانند محبت رکھ۔ (متی، ب:۱۹)

(۲) جو مجھ سے اے خداوند! اے خداوند! کہتے ہیں ان میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہت میں داخل نہ ہوگا مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے۔ پس جو کوئی میری باتیں سنتا ہے اور ان پر عمل کرتا ہے وہ اس عقلمند آدمی کے مانند ٹھہرے گا جس نے چٹان پر اپنا گھر بنایا، اور مینھ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں چلیں، اور اس گھر پر ٹکّریں لگیں لیکن وہ نہ گرا کیوں کہ اس کی بنیاد چٹان پر ڈالی گئی ہے، اور جو کوئی میری باتیں سنتا ہے اور ان پر عمل نہیں کرتا، وہ اس بے وقوف آدمی کے مانند ٹھہرے گا جس نے اپنا گھر ریت پر بنایا اور مینھ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں چلیں اور اس گھر کو صدمہ پہونچا اور وہ گر گیا، اور بالکل برباد ہو گیا۔ (متی، ب:۷)

نتیجہ: معلوم ہوا کہ نجات کے لئے جہاں اعمال صالحہ کی ضرورت ہے وہیں اعمال سیئہ سے بھی اجتناب لازم ہے۔

انجیل لوقا کا بیان

(۱) زکائی نے کھڑے ہو کر کہا، اے خداوند! دیکھ میں اپنا آدھا مال غریبوں کو دیتا ہوں، اور اگر کسی کا کچھ ناحق لیا ہے تو اس کو چوگنا ادا کرتا ہوں، یسوع نے اس سے کہا آج اس گھر میں نجات آئی ہے۔ (لوقا، ب:۱۹)

نتیجہ: اس سے معلوم ہوا کہ حصول نجات میں خلق خدا کی خدمت کو بھی دخل ہے۔

(۲) تم میں ایسا کون آدمی ہے جس کے پاس سو بھیڑیں ہوں اور ان میں سے ایک کھوئی جائے تو ننانوے کو بیاباں میں چھوڑ کر اس کھوئی ہوئی کو جب تک مل نہ جائے

ڈھونڈتا نہ رہے، پھر جب مل جاتی ہے تو وہ خوش ہو کر اسے کندھے پر اٹھالیتا ہے، اور گھر میں پہونچ کر دوستوں اور پڑوسیوں کو بلاتا ہے اور کہتا ہے میرے ساتھ خوشی کرو؛ کیوں کہ میری کھوئی ہوئی بھیڑ مل گئی ہے، میں تم سے کہتا ہوں اسی طرح ننانوے راست بازوں کی بہ نسبت جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے ایک توبہ کرنے والے گناہ گار کی بابت آسمان میں زیادہ خوشی ہوگی۔ (لوقا، ب:۱۵)

نتیجہ: اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کے ذریعہ بندے کی مغفرت ہوتی ہے۔

خلاصۂ کلام: حصول نجات کا ذریعہ ایمان، عمل صالح کے ساتھ ساتھ گناہوں سے توبہ بھی کرنا ہے، اسی کو قرآن کریم کہتا ہے۔

قرآن کا بیان: گناہ گاروں کو گناہوں کی معافی صرف خدا کے فضل، ایمان، عمل صالح اور توبہ وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے اور یہی چیزیں انسان کو عذاب دائمی سے نجات دلاتی ہیں۔

① قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾ (سورۃ الزمر)

اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے اوپر زیادتی کی اللہ کی مہربانی سے ناامید مت ہو، بے شک اللہ سب گناہ بخشتا ہے، وہی ہے گناہ معاف کرنے والا مہربان۔

② فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّیَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۱۷۵﴾ (سورۃ النساء)

سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کو مضبوط پکڑا تو ان کو داخل کردے گا اپنی رحمت اور فضل میں۔

③ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ (سورۃ البقرۃ)

جو لوگ ایمان لائے اس پر جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے، اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں، وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔

۴ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۝ (سورۃ الکہف)

بے شک جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے مہمانی ہے جنت الفردوس کی وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔

۵ مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ۝ (سورۃ الفرقان)

جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

خلاصہ کلام: اوپر پیش کردہ تقابل میں خدا تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس کے مخلوق ومصنوع ہونے نیز گناہوں کی معافی کا ایمان، عمل صالح اور توبہ وغیرہ پر موقوف ہونے سے متعلق اناجیل کے جتنے بیانات گذرے، عیسائی لوگ ان تمام سے منحرف اور الگ ہٹے ہوئے ہیں۔

عیسائیوں سے کچھ سوالات

پہلا سوال: اگر حضرت عیسی علیہ السلام کی موت گناہ گاروں کی نجات کے لئے کافی ہے تو انجیل کی کسی عبارت میں اس کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ چاروں انجیلوں میں سے کسی کتاب سے کوئی ایسی صریح عبارت دکھلائی جائے جس میں حضرت عیسی علیہ السلام نے یہ کہا ہو کہ میری موت تمہاری نجات کے لئے کافی ہے، یا یہ کہا ہو کہ میں

تمہارے گناہوں کی معافی کے لئے جان دے رہا ہوں، کوئی بھی عیسائی قیامت تک چاروں انجیلوں سے اس بات کو ثابت نہیں کر سکتا۔

دوسرا سوال: یہ ہے کہ یہ تو عقل کے بھی خلاف بات ہے کہ گناہ تو دنیا والے کریں اور موت کی سزا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جھیلیں؟

تیسرا سوال: یہ ہے کہ حضرت مسیح نے گناہوں سے نجات پانے کے جو طریقے بتلائے ہیں ان میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہے کہ میری یا کسی اور کی موت سے تمہارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں؛ بلکہ اس کے برخلاف حضرت مسیح نے گناہوں سے نجات پانے کے جو طریقے بتلائے ہیں وہ یہ ہیں:

''ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ کو اکیلا سچا خدا، اور یسوع کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں'' سمجھ میں نہیں آیا (یوحنا، ب:۱۷)

''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ: جو میرا کلام سنتا ہے، اور اس پر جس نے مجھے بھیجا ہے ایمان لاتا ہے، ہمیشہ کی زندگی اسی کی ہے اس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا''۔ (یوحنا، ب:۵)

''ایک شخص نے سوال کیا کہ اے استاد! میں کون سی نیکی کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟ یسوع نے جواب دیا: اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر، اس نے اس سے کہا: کون سے حکموں پر؟ یسوع نے کہا: یہ کہ خون نہ کر، زنا نہ کر، چوری نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے''۔ (متی، ب:۱۹)

''ننانوے راست بازوں کی بنسبت جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے ایک توبہ کرنے والے گناہ گار کی بابت آسمان میں زیادہ خوشی ہوگی''۔ (لوقا، ب:۱۵)

ان تمام عبارات کا کیا مطلب ہے؟ اگر صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے مغفرت ہو جائے گی تو پھر ان تمام تعلیمات کی کیا ضرورت ہے؟

تیسری فصل

اس فصل میں عیسائیوں کی بنیادی کتاب بائبل کا تعارف پیش کیا گیا ہے، اور اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ بائبل کا محرف ہونا عیسائیوں کے نزدیک بھی مسلم ہے، اس کے باوجود جو لوگ بائبل کے محرف نہ ہونے پر دلیلیں پیش کرتے ہیں ان کا دلائل کی روشنی میں تعاقب کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں مباحث پیش خدمت ہیں۔

بائبل کیا ہے؟

بائبل کے معنی: بائبل، ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنی کتاب کے ہیں۔

بائبل کی تقسیم: عیسائی لوگ اس کی دو قسم کرتے ہیں:

قسم اوّل: بائبل قدیم: یعنی وہ کتابیں جو انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے آئے ہوئے انبیاء علیہم السلام کے واسطے پہونچی ہیں۔

قسم ثانی: بائبل جدید: یعنی وہ کتابیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بذریعہ الہام لکھی گئی ہیں۔

پہلی قسم کو عہد قدیم اور دوسری قسم کو عہد جدید کہتے ہیں، اور دونوں کے مجموعہ کو "کتاب مقدس" (بائبل) کہتے ہیں۔ (قاموس الکتاب المقدس، ص: ۶۴۴، میزان الحق، ط: ۳، ص: ۷۰)

لفظ عہد کے معنی؟ توریت میں لفظ "عہد" اللہ تعالیٰ کے اس سچے وعدے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے جو اس نے تمام انسانوں سے لیا، لیکن "عہد قدیم" اور "عہد جدید" کی اصطلاح عیسائیوں نے غالباً کتاب "یرمیاہ" کے درج ذیل فقروں سے اخذ کیا ہے۔

"دیکھ وہ دن آتے ہیں خداوند فرماتا ہے جب میں اسرائیل کے گھرانے اور یہوداہ کے گھرانے کے ساتھ نیا عہد باندھوں گا، اس عہد کے مطابق نہیں جو میں نے اُن کے باپ دادا سے کیا، جب میں نے اُن کی دستگیری کی تاکہ ان کو ملک مصر سے

نکال لاؤں، اور انھوں نے میرے اُس عہد کو توڑا، اگرچہ میں اُس کا مالک تھا، خداوند فرماتا ہے بلکہ یہ عہد ہے جو میں اِن دنوں کے بعد اسرائیل کے گھرانے سے باندھوں گا‘‘۔(یرمیاہ، ب:۳۱ آیت:۳۱ تا ۳۳)

موجودہ عیسائیت کے مآخذ و مصادر کی تفصیل

بائبل کے نسخے: بہرحال بائبل قدیم کے تین نسخے ہیں:

① عبرانی نسخہ۔ ② یونانی نسخہ۔ ③ سامری نسخہ۔

عبرانی نسخے میں کتنی کتابیں؟

عبرانی نسخہ: اس میں مندرجہ ذیل ۳۹/کتابیں ہیں:

(۱) پیدائش۔	(۲) خروج۔	(۳) گنتی۔
(۴) احبار۔	(۵) استثناء۔	(۶) کتاب یوشع۔
(۷) کتاب قضاۃ۔	(۸) رُوت۔	(۹) شمویل اول۔
(۱۰) شمویل ثانی۔	(۱۱) سلاطین اول۔	(۱۲) سلاطین ثانی۔
(۱۳) تواریخ اول۔	(۱۴) تواریخ ثانی۔	(۱۵) عزرا۔
(۱۶) نحمیاہ۔	(۱۷) اُستر۔	(۱۸) ایوب۔
(۱۹) زبور۔	(۲۰) امثال۔	(۲۱) واعظ۔
(۲۲) غزل الغزلات۔	(۲۳) یسعیاہ۔	(۲۴) یرمیاہ۔
(۲۵) نوحہ۔	(۲۶) حزقیل۔	(۲۷) دانی ایل۔
(۲۸) ہوسیع۔	(۲۹) یوایل۔	(۳۰) عاموس۔
(۳۱) عبدیاہ۔	(۳۲) یوناہ۔	(۳۳) میکاہ۔
(۳۴) ناحوم۔	(۳۵) حبقوق۔	(۳۶) صفنیاہ۔
(۳۷) حجی۔	(۳۸) زکریا۔	(۳۹) ملاکی۔

یہ کتابیں یہود اور عیسائیوں میں فرقۂ پروٹسٹنٹ کے نزدیک معتبر ہیں۔

توریت کی حقیقت؟ ان کتابوں میں سے پہلی پانچ کتابیں (یعنی ① پیدائش۔ ② خروج۔ ③ گنتی ④ احبار۔ ⑤ استثناء۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب منسوب ہیں، اور اِن ہی کے مجموعہ کو "تورات" کہا جاتا ہے۔

تورات کے معنی؟ تورات عبرانی لفظ ہے اس کے معنی قانون، تعلیم اور شریعت کے آتے ہیں، کبھی کبھی بائبل قدیم کے پورے مجموعہ کو بھی مجازاً تورات کہہ دیتے ہیں۔

یونانی نسخہ: جس کو ستر یا بہتّر علماء یہود نے یونانی زبان میں منتقل کیا، اس کو ستر کی مناسبت سے تورات سبعین اور بہتر کی مناسبت سے سپواجنٹ کہتے ہیں۔

یونانی نسخہ کا امتیاز؟ یہ نسخہ عبرانی نسخہ کے مذکورہ ۳۹/ کتابوں کے علاوہ مزید سات کتابوں کو شامل ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

① باروخ۔ ② طوبیا۔ ③ یہودیت۔ ④ دانش (حکمت سلیمان)۔
⑤ حکمت یشوع بن سیراخ۔ ⑥ مکابین اول۔ ⑦ مکابین ثانی۔

یونانی نسخہ کی حیثیت؟ یہ نسخہ یہود کے نزدیک غیر معتبر اور تمام عیسائیوں کے نزدیک معتبر تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں یہی رائج تھا، مشہور مسیحی عالم جیروم نے اسی نسخہ کو لاطینی زبان میں منتقل کیا تھا؛ مگر جب بعد میں فرقہ پروٹسٹنٹ کا وجود ہوا تو یہود کی طرح اس نے بھی نسخہ ہذا کی اضافہ شدہ سات کتابوں کو معتبر ماننے سے انکار کردیا۔

سامری نسخہ اور اس میں موجود کتابیں؟

یہ برّانی زبان میں ہے، اس میں کل سات کتابیں ہیں۔ یعنی عبرانی نسخہ کے نمبر (۱) سے نمبر (۷) تک کی کتابیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

① پیدائش۔ ② خروج۔ ③ احبار۔ ④ گنتی۔ ⑤ استثناء۔ ⑥ کتاب یشوع۔ ⑦ کتاب قضاۃ۔

سامری کا مطلب؟ ''سامری'' یہودیوں کا ایک فرقہ ہے، یہ فلسطین کے شہر سامرہ کی طرف منسوب ہے، جو تباہ ہونے کے بعد دوبارہ ''نابلس'' کے نام سے مشہور ہوا، یہاں کے باشندے عام یہودیوں سے بنیادی طور پر دو امور میں اختلاف کرتے ہیں، ایک مسلمہ کتب کی تعداد میں، دوسرے عبادت گاہ کے سلسلے میں، یعنی عام یہودیوں کے برخلاف یہ یروشلم کے بجائے کوہِ جریزم پر عبادت کرتے ہیں، جو نابلس کے جنوب میں ایک پہاڑ ہے۔

بائبل جدید اور اس میں مذکور کتب

بائبل جدید جس کو عہد جدید بھی کہا جاتا ہے، اس میں ۲۷/ کتابیں ہیں، جن کو درج ذیل چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(۱) اناجیل۔ (۲) رسولوں کے اعمال۔ (۳) خطوط۔ (۴) مکاشفہ۔

اناجیل: انجیل کی جمع ہے۔ انجیل کا لفظ چار کتابوں پر بولا جاتا ہے، بالفاظِ دیگر انجیلیں چار ہیں: (۱) انجیل متّی۔ (۲) انجیل مرقس۔ (۳) انجیل لوقا۔ (۴) انجیل یوحنا۔ ان چاروں کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت اور اُن کی تعلیمات کا ذکر ہے اس لئے انہیں تاریخی اسفار (کتابیں) کہا جاتا ہے۔

اناجیل اربعہ کا خلاصہ

(۱) انجیل متی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک قانون داں اور قانون ساز کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے، جن کا مقصد یہ تعلیم دینا ہے کہ لوگوں کو زندگی کس طرح گذارنی چاہئے۔

(۲) انجیل مرقس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک نجات دہندہ اور انتہائی صابر وشاکر دکھایا گیا ہے۔

(۳) لوقا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانیت کے لئے نجات دہندہ کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، اور ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ جن سے حضرت عیسیٰؑ کی

الوہیت کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے۔

ان تمام انجیلوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح اور تعلیمات کو ذکر کیا گیا ہے، پہلی تین انجیلوں کی تفصیل اور ترتیب تقریباً یکساں ہے؛ جب کہ انجیل یوحنا کی ترتیب اور اس کا انداز کچھ الگ ہے، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو چھوٹے چھوٹے جملوں اور مقولوں کی شکل میں بیان کرتے ہیں۔

رسولوں کے اعمال: یہ انجیل کی ایک کتاب کا نام ہے، جس کے مصنف ''مرقس'' ہیں یہ کتاب انجیل ''مرقس'' کا تتمہ ہے۔ اس کتاب میں حضرت مسیح علیہ السلام کے اُن شاگردوں کے حالات اور ان کی تبلیغی مساعی کا تذکرہ ہے جنھیں رسولوں کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

خطوط: ان پانچ کتابوں کے علاوہ عہد جدید میں ۲۱/ خطوط ہیں، ان میں دین کی تعلیم کا اہتمام ہے اس لئے انہیں تعلیمی اسفار (کتابیں) بھی کہا جاتا ہے، وہ خطوط یہ ہیں:

(۶) پولس کا رومیوں کے نام کا خط۔
(۷) پولس کا کُرنتھیوں کے نام کا پہلا خط۔
(۸) پولس کا کُرنتھیوں کے نام کا دوسرا خط۔
(۹) پولس کا گلتیوں کے نام کا خط۔
(۱۰) پولس کا افسیوں کے نام کا خط۔
(۱۱) پولس کا فلپیوں کے نام کا خط۔
(۱۲) پولس کا کلیسوں کے نام کا خط۔
(۱۳) پولس کا تھسلنکیوں کے نام کا پہلا خط۔
(۱۴) پولس کا تھسلنکیوں کے نام کا دوسرا خط۔
(۱۵) پولس کا تیمتھیس کے نام کا پہلا خط۔
(۱۶) پولس کا تیمتھیس کے نام کا دوسرا خط۔
(۱۷) پولس کا طِطُس کے نام کا خط۔
(۱۸) پولس کا فلیمون کے نام کا خط۔
(۱۹) پولس کا عبرانیوں کے نام کا خط۔
(۲۰) یعقوب کا عام خط۔
(۲۱) پطرس کا پہلا خط۔
(۲۲) پطرس کا دوسرا خط۔
(۲۳) یوحنا کا پہلا خط۔
(۲۴) یوحنا کا دوسرا خط۔
(۲۵) یوحنا کا تیسرا خط۔
(۲۶) یہوداہ کا عام خط۔

یہ چھبیس کتابیں ہوئیں۔

مکاشفہ: یوحنا رسول کا مکاشفہ۔ اس میں عالم بالا میں حضرت مسیح کی حکومت کا بیان ہے، اس طرح عہد جدید کی ستائیس کتابیں پوری ہوئیں، ان میں سے پہلی چار کتابوں (یعنی انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا، انجیل یوحنا) کو "اناجیل اربعہ" کہتے ہیں۔

انجیل کے معنی؟ "اناجیل"، انجیل کی جمع ہے جو معرب لفظ ہے، یونانی زبان میں اس کی اصل (انکلیوس) اور قبطی زبان میں (انکلیون) ہے، انجیل کے معنی ہیں بشارت، تعلیم، یہ لفظ (اناجیل اربعہ) ہی کے لئے خاص تھا؛ مگر بعد میں یہ بطور مجاز عہد جدید کے پورے مجموعہ پر بولا جانے لگا۔

بائبل قدیم اور بائبل جدید کا وصف مشترک

یہاں پر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ کتابوں کی تحقیق کے سلسلے میں مسیحی کونسلوں کے آغاز سے پہلے جس طرح بائبل قدیم کی یہ سات کتابیں: ① باروخ۔ ② طوبیا۔ ③ یہودیت۔ ④ حکمت سلیمان۔ ⑤ حکمت یشوع بن سیراخ۔ ⑥ مکابین اول۔ ⑦ مکابین ثانی۔ عیسائیوں کے مابین مشکوک اور مختلف فیہ رہیں، اسی طرح بائبل جدید کی ستائیس کتابوں میں سے مندرجہ ذیل سات کتابیں بھی مشکوک اور مختلف فیہ تھیں۔

① عبرانیوں کے نام کا خط۔ ② یعقوب کا عام خط۔ ③ پطرس کا دوسرا خط۔ ④ یوحنا کا دوسرا خط۔ ⑤ یوحنا کا تیسرا خط۔ ⑥ یہودا کا عام خط۔ ⑦ یوحنا رسول کا مکاشفہ۔

اس طرح گویا پورے بائبل میں ۱۴/ کتابیں مشکوک اور مختلف فیہ تھیں؛ لیکن پھر جب کتابوں کی تحقیق کے سلسلہ میں مسیحی کونسلوں کے انعقاد کا سلسلہ شروع ہوا تو پھر یہ مشکوک اور مختلف فیہ کتابیں بھی معتبر اور واجب التسلیم ہو گئیں تا آنکہ فرقہ پروٹسٹنٹ کا ظہور ہوا۔

کتابوں کی تحقیق کے لئے عیسائی علماء کی مجلسیں

پہلی مجلس: ''شاہ قسطنطین'' اوّل کے حکم سے ۳۲۵ء میں سب سے پہلی دفعہ شہر نائس (نیقیہ) کے اندر عیسائی علماء کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا، اس اجتماع میں علماء نے بڑی تحقیق اور مشورے کے بعد مختلف فیہ ۱۴/ کتابوں میں سے صرف ''کتاب یہودیت'' کے واجب التسلیم ہونے کا فیصلہ کیا، باقی ۱۳/ کتابیں بدستور مشکوک رہیں، جیروم مسیحی عالم نے کتاب یہودیت کے مقدمہ میں یہی بات لکھی ہے۔

دوسری مجلس: اس کے بعد ۳۶۴ء میں شہر لوڈیشیا (لادوقیہ) کے اندر عیسائی علماء کی ایک دوسری مجلس منعقد ہوئی، اس مجلس نے مختلف فیہ ۱۳/ کتابوں میں سے مزید ۶/ کتابوں کو واجب التسلیم قرار دیا، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

① یعقوب کا خط۔ ② پطرس کا دوسرا خط۔ ③ یوحنا کا دوسرا خط۔ ④ یوحنا کا تیسرا خط۔ ⑤ یہودا کا خط۔ ⑥ پولس کا خط عبرانیوں کے نام۔ باقی سات کتابیں بدستور مشکوک رہیں۔

نوٹ: ''کتاب آستر'' کا کچھ حصہ جو مختلف فیہ تھا وہ بھی اسی مجلس میں معتبر قرار پایا۔

تیسری مجلس: اس کے بعد تیسری مجلس ۳۹۷ء میں شہر کارتھیج میں منعقد ہوئی جس میں مشہور عیسائی فاضل ''آگسٹائن'' بھی شریک تھے، اس مجلس نے مابقیہ سات کتابوں کو بھی معتبر اور واجب التسلیم قرار دے دیا، وہ سات کتابیں یہ ہیں:

① کتاب دانش۔ ② کتاب طوبیا۔ ③ کتاب باروخ۔ ④ حکمت یشوع بن سیراخ۔ ⑤ مکابین اوّل۔ ⑥ مکابین ثانی۔ ⑦ مکاشفہ یوحنا۔

ان مجالس کے بعد بھی مجلسیں منعقد ہوتی رہیں اور بائبل کے مجموعہ سے بعض کتابوں کو خارج کرنے اور اس میں بعض کتابوں کو داخل کرنے کے سلسلے میں اختلاف چلتا رہا۔

چوتھی اور آخری مجلس: ۴۸۲ء میں روم میں ایک مجلس منعقد ہوئی اس نے موجودہ

عہد جدید کے مجموعہ کو مستند تسلیم کیا اور پوپ ''گلاسیوس'' نے باضابطہ طور پر انہیں سند قبول عطاء کی، اس کے بعد مسیحی دنیا کے سواد اعظم نے ایک مکمل بائبل پر اتفاق کیا۔

ان مجالس کے منعقد ہونے کے بعد وہ کتابیں جو تقریباً تین صدی تک مشکوک اور غیر معتبر سمجھی جاتی رہیں تسلیم شدہ قرار پائیں اور اس کے بعد تقریباً بارہ سو برس تک عیسائیوں کے تمام فرقوں کے نزدیک واجب التسلیم رہیں اور رومن کیتھولک والے آج بھی ان سب کو واجب التسلیم قرار دیتے ہیں؛ لیکن کافی بعد میں جب فرقہ پروٹسٹنٹ کا وجود ہوا تو اس نے پھر کتاب آستر کے بعض ابواب، کتاب باروخ، کتاب طوبیا، کتاب یہودیت، کتاب دانش (حکمت سلیمان) کتاب حکمت یشوع بن سیراخ اور مکابین کی دونوں کتابوں کو کتب مقدسہ سے خارج کر کے اُن کی صداقت کو واجب التسلیم ماننے سے انکار کر دیا اور ان کے غیر معتبر ہونے پر مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے۔

① ان کتابوں کی اصل عبرانی زبان مفقود ہے، اور اس زمانہ میں جو کچھ موجود ہے وہ عبرانی کا ترجمہ ہے۔

② عبرانی یہودی اِن مذکورہ کتابوں کو تسلیم نہیں کرتے۔

③ یہ کتابیں اکثر قدیم عیسائیوں کے نزدیک غیر مسلم ہیں اور ان کے مقبول ہونے پر کوئی اجماع بھی نہیں ہے۔

④ جیروم (متوفی ۴۲۰ء) کہتا ہے کہ یہ کتابیں دینی مسائل کی تقریر و اثبات کے لئے ناکافی ہیں۔

⑤ کملوس نے تصریح کی ہے کہ یہ کتابیں ہر مقام پر نہیں پڑھی جاتیں۔

⑥ یوسی بیس نے صراحت کی ہے کہ یہ کتابیں محرف ہیں، خصوصاً ''مکابین'' کی دوسری کتاب، یہ دلائل جس طرح فرقہ پروٹسٹنٹ کے لئے رومن کیتھولک والوں کے خلاف حجت بن رہے ہیں اسی طرح سے ہمارے لئے بھی خود فرقہ پروٹسٹنٹ،

رومن کیتھولک اور عام عیسائیوں کے خلاف دلائل بنیں گے کہ "بائبل" جن کی کتابوں کے معتبر اور غیر معتبر ہونے میں خود عیسائی کے مابین اس قدر شدید اختلاف رہا ہو اُس بائبل کو ہم کس طرح معتبر یا الہامی تسلیم کرلیں؟۔

انجیلوں سے متعلق عیسائیت کا اعتراف

جس طرح موافق ومخالف سب کو یہ بات تسلیم ہے کہ جو انجیل حضرت عیسی علیہ السلام پر اتاری گئی تھی وہ اب کہیں موجود نہیں ہے، اسی طرح یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ موجودہ چاروں انجیلوں میں سے کوئی انجیل بھی حضرت عیسی علیہ السلام پر نازل شدہ انجیل نہیں ہے؛ بلکہ یہ اناجیل حضرت عیسی علیہ السلام کے تلامذہ اور اُن کے متعلقین کی یادداشت ہے جس میں انھوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کی تعلیم، تقریر اور اُن کے حالات قلم بند کئے ہیں، اور اس پر انجیل کا اطلاق بھی بہت زمانہ کے بعد کیا گیا، چمبرس انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ لندن ۱۸۶۸ء جلد پنجم لفظ گاسپل کے بیان میں لکھتا ہے کہ:

"مسیح کی تعلیم یا پیغام انجیل کہلاتی ہے، اور وہ الہامی نوشتہ جس کے ذریعہ بعد میں ہم کو وہ تعلیم یا پیغام پہونچا ان کو بھی انجیل کا لقب ملا مگر ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان نوشتوں کا یہ نام کب پڑا؟ اس میں تو بہت جھگڑا ہے کہ اس کا نام دوسری صدی کے نصف میں جسٹن مارٹر کے عہد میں پڑا البتہ تیسری صدی میں عام طور پر یہ نام استعمال کیا گیا"۔

آگے لکھا ہے کہ: "پے پیس نے ایک مقام پر متّی، مرقس کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ انھوں نے مسیح کے حالات اور اعمال اور وعظ لکھے؛ لیکن لفظ گاسپل (انجیل) کا اطلاق نہیں کیا، اسی طرح اُن کے مصنفین کا نام اول زمانہ کے عیسائیوں میں نہیں ملتا ہے، یہاں تک کہ جسٹن مارٹر ہمیشہ بجائے گاسپل (انجیل) متّی یا لوقا یا یوحنا کی یاد

داشت کہتا ہے"۔ (پیغام محمدی)

عیسائیوں کی ہٹ دھرمی: مذکورہ بالا اعتراف کے باوجود کچھ عیسائیوں کی یہ ضد ہے کہ وہ پہلی اور دوسری صدی میں چاروں انجیلوں کا وجود ثابت کرنے اور پھر انہیں الہامی وآسمانی اناجیل بتانے کی ناکام کوشش کریں۔

اناجیل کے محرف ہونے پر دلیل

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی علیہ الرحمہ اپنی شہرۂ آفاق تالیف "اظہار الحق" کی پہلی جلد میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"کسی کتاب کے آسمانی اور واجب التسلیم ہونے کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ پہلے تو ٹھوس اور پختہ دلیل سے یہ ثابت ہوجائے کہ یہ کتاب فلاں پیغمبر کے واسطے سے لکھی گئی، اس کے بعد ہمارے پاس سندِ متصل کے ساتھ بغیر کمی بیشی اور تغیر وتبدل کے پہونچی ہے، اور کسی صاحب الہام کی جانب محض گمان ووہم کی بنیاد پر نسبت کردینا اس بات کے لئے کافی نہیں کہ وہ منسوب الیہ کی تصنیف کردہ ہے۔

اسی طرح اس سلسلہ میں کسی ایک یا چند فرقوں کا محض دعوی کردینا کافی نہیں ہو سکتا، دیکھئے کتاب المشاہدات اور تکوین کی سفر صغیر کتاب المعراج، کتاب الاسرار کتاب ٹِسٹمِنٹ اور کتاب الاقرار، موسیٰ علیہ السلام کی جانب منسوب ہیں، اسی طرح سفر رابع عَزْرَا کا عزرا علیہ السلام کی جانب منسوب ہے، اور کتاب معراج اَشْعیاء اور کتاب مشاہدات اشعیاء ان کی جانب منسوب ہیں۔ اور ارمیاء علیہ السلام کی مشہور کتاب کے علاوہ ایک دوسری کتاب ہے، جو اُن کی جانب منسوب ہے اور متعدد ملفوظات ہیں جو حبقوق علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں اور عہد جدید کی کتابوں میں سے علاوہ کتبِ مذکورہ کے کچھ کتابیں ہیں جو ستّر سے متجاوز ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام ومریم علیہا السلام اور حواریوں کی اور اُن کے تابعین کی جانب منسوب ہیں۔

اس زمانہ کے عیسائی مدّعی ہیں کہ یہ تمام کتابیں من گھڑت اور جھوٹ ہیں، آج اس دعوی پر گریک کنیسہ اور کیتھولک و پروٹسٹنٹ کے تمام کلیسا متفق ہیں۔

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ: ''پھر جب ایسی صورت ہے تو ہم کسی کتاب کی نسبت کسی حواری یا نبی کی جانب کرنے سے یہ کیوں کر مان لیں کہ یہ کتاب الہامی اور واجب التسلیم ہوگئی؟ اسی طرح ہم محض ان کے دعوی بلا دلیل کو کسی صورت میں تسلیم نہیں کر سکتے''۔

خلاصۂ کلام: بائبل کے غیر الہامی اور غیر مستند ہونے پر حضرت مولانا کیرانویؒ نے بے شمار دلائل پیش کئے ہیں۔ پہلے تو اس کے ۱۲۴ / اختلافات وتضادات اور ۱۱۰ / اغلاط کو مع حوالہ ذکر فرمایا ہے پھر اس کے بعد تحریفاتِ لفظی ومعنوی کی ایک لمبی فہرست پیش فرما کر ''انسائیکلو پیڈیا ریس'' سے متعدد عیسائی محققین کے اعترافات نقل کئے ہیں، جنھیں ''بائبل'' میں موجود بہت سی کتابوں کے محرف اور غیر الہامی ہونے کا اعتراف ہے۔

ان تمام تحقیقی مباحث کے بعد حضرت مولانا موصوف نے عیسائیوں کی دو فریب کاریوں سے مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے جن کے ذریعے عیسائی لوگ انجیلوں کے الہامی ہونے پر سند مہیا کرنے کی ناکام کوششیں کرتے ہیں۔

عیسائیوں کے دو مغالطے

پہلا مغالطہ: علماء پروٹسٹنٹ عوام کو فریب دینے اور پہلی و دوسری صدی میں اپنی انجیلوں کی موجودگی کا دعوی ثابت کرنے کے لئے کبھی کبھی یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ روم کے بڑے پادری کلیمُنٹس اور اگناشُس جو پہلی اور دوسری صدی کے علماء میں سے ہیں ان کے خطوط میں بعض ایسی عبارتیں ہیں جو انجیل کی عبارتوں کے مشابہ ہیں، لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کلیمُنٹس اور اگناشُس کے زمانے میں انجیلوں کا وجود تھا جب ہی تو ان دونوں علماء نے انجیلوں کے مشابہ عبارتیں اپنے خطوط میں لکھیں۔

مغالطے کا پہلا جواب: ہمارے اور عیسائیوں کے درمیان جس سند کا جھگڑا ہے

اس سے مراد سند متصل ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک معتبر انسان ایک یا چند واسطوں سے کسی دوسرے معتبر شخص سے اس کا یہ قول نقل کرے کہ فلاں کتاب فلاں حواری یا فلاں پیغمبر کی تصنیف ہے، اور میں نے پوری کتاب اس کی زبان سے خود سنی ہے، یا یہ کہ اس نے میرے سامنے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ کتاب میری تصنیف ہے، اور اس واسطہ یا واسطوں کا معتبر اشخاص ہونا ضروری ہے، جن میں روایت کی تمام شرطیں موجود ہوں؛ لہٰذا صرف یہ کہہ دینے سے کہ "پہلی اور دوسری صدی کے علماء کلیمنس اور اگناشس کے خطوط میں انجیل کے مشابہ عبارتیں پائی جاتی ہیں اس لئے گویا انجیل پہلی اور دوسری صدی میں موجود تھی" کافی نہیں ہے؛ بلکہ پہلی اور دوسری صدی میں انجیلوں کا وجود ثابت کرنے کے لئے سند متصل درکار ہے۔

مغالطے کا دوسرا جواب

عیسائیوں کا مذکورہ دعوی چند اسباب کی بناء پر باطل ہے:

پہلا سبب: کلیمنس یا اگناشس کے خطوط کے بعض مضامین کا انجیلوں کے مضامین سے متحد ہو جانا اس امر کے لئے کافی نہیں ہے کہ وہ مضامین انجیلوں سے ماخوذ ہوں اور ان کے زمانہ میں یہ انجیلیں موجود رہی ہوں، ورنہ یہ بات لازم آئے گی کہ ان لوگوں کا دعوی سچا ہو جائے جن کو پروٹسٹنٹ فرقہ کے لوگ ملحد کہتے ہیں؛ کیوں کہ ان کا دعوی یہ ہے کہ انجیل میں جو اخلاق حسنہ کی تعلیمات نظر آتی ہیں وہ حکماء اور بت پرستوں کی کتابوں سے منقول ہیں۔ اُکسیہُومُو کا مصنف کہتا ہے کہ:

"انجیل میں اخلاق فاضلہ کی جو تعلیم موجود ہے، اور جس پر عیسائیوں کو بڑا ناز ہے وہ لفظ بہ لفظ کَنفِیُوشُس کی کتاب الاخلاق سے منقول ہے جو ولادت مسیح علیہ السلام سے ۶۰۰ سال قبل گذرا ہے، مثلاً اس کی کتاب کے خلق (۲۴) میں یوں کہا گیا ہے کہ: دوسرے کے ساتھ وہی برتاؤ کرو جس کی اس سے اپنے لئے توقع رکھتے ہو اور تم کو

صرف اس خلق کی ضرورت ہے؛ کیوں کہ یہ تمام اخلاق کی جڑ ہے، خلق نمبر (۱۵) میں ہے کہ "اپنے دشمن کی موت مت مانگو کیوں کہ یہ خواہش بے کار ہے، جب کہ اس کی زندگی خدا کی قدرت میں ہے" خلق نمبر (۵۴) میں ہے کہ "ہمارے لئے دشمن سے اعراض کرنا بغیر انتقام لئے ممکن ہے، اور طبعی خیالات ہمیشہ بُرے نہیں ہوتے، اسی قسم کی اور بہت سی عمدہ نصیحتیں ہندوستان و یونان کے حکماء کے کلام میں موجود ہیں"۔

دوسرا سبب: کلیمنس تابعین میں سے ہے، اور مسیح کے اقوال و احوال سے اس کی واقفیت مرقس و لوقا کی واقفیت سے کم نہیں، اس لئے غالب یہی ہے کہ اُس نے اپنے خطوط کے مضامین مروجہ انجیلوں سے نقل کرنے کے بجائے خود ان روایات سے نقل کیا ہوگا جو اُس تک پہونچی تھیں، ہاں اگر اس کے کلام میں اس امر کی صراحت ہوتی ہے کہ میں نے نقل کی ہے تو یہ دعوی برمحل ہوسکتا تھا مگر موجودہ صورت میں قطعی بے محل ہے، کیوں کہ:

تیسرا سبب: اگر کلیمنس، ان انجیلوں سے نقل کرتا تو اس کی نقل پورے مضمون میں اصل کے مطابق ہونی چاہئے مگر ایسا نہیں ہے؛ بلکہ اس نے کئی جگہ انجیلوں کی مخالفت کی ہے یہ اس امر کی بڑی دلیل ہے کہ اس نے اُن انجیلوں سے نقل نہیں کیا، اور اگر اس کی نقل ثابت بھی ہو جائے تو ہوسکتا ہے اس نے اُن چاروں متداول انجیلوں کے بجائے اُن انجیلوں سے نقل کیا ہو جو اس کے عہد میں مروّجہ تھیں؛ لہٰذا اب بھی موجودہ انجیلوں کا پہلی اور دوسری صدی میں موجود ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

مغالطے کا تیسرا جواب

کلیمنس کے جس خط کے بارے میں عیسائیوں کا دعوی ہے کہ وہ اناجیل سے ماخوذ ہے اُس خط کے سال تحریر میں شدید اختلاف ہے، چناں چہ کنٹربری کہتا ہے کہ:

"یہ سال ۶۴ء، اور ۷۰ء کے درمیان کا کوئی سال ہے"۔

لیکرک کا قول ہے کہ ۶۹ء ہے، دیوین اور تلی مینٹ کہتے ہیں کہ کلیمنس ۹۱ء یا ۹۳ء تک اسقف نہیں بنا تھا۔

تبصرہ: غور کیجئے جب کلیمنس اس وقت تک اسقف ہی نہیں بنا تھا تو پھر ۶۴ء یا ۷۰ء میں یہ خطوط کیسے لکھ سکتا ہے؟ اس لئے کہ یہ خط کوئی عام خط تو تھا نہیں بلکہ رومی گرجا کی جانب سے کرنتھس کے گرجا کو لکھا جانے والا ایک تبلیغی خط تھا، جس کو صرف اسقف ہی لکھتا ہے۔

مشہور مؤرخ ولیم میور نے ۹۵ء کو ترجیح دی ہے، اور مفسر لارڈنر نے ۹۶ء کو ترجیح دی ہے۔

ہم مذکورہ اختلاف سے قطع کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ کلیمنس کے خط کا سالِ تحریر ۹۶ء سے متجاوز نہیں ہوتا، یعنی کلیمنس نے یہ خط بہت سے بہت ۹۶ء میں لکھا، اس سے آگے نہیں، اب لگے ہاتھوں کلیمنس کے خط کی ایک عبارت ملاحظہ کیجئے اور اس کے متعلق عیسائیوں کا دعوی بھی سنتے جایئے۔

کلیمنس کے خط کی عبارت

''جو شخص عیسی سے محبت رکھتا ہے اس کو عیسی کی وصیت پر عمل کرنا چاہئے'' مسٹر جونس عیسائی کا دعوی ہے کہ کلیمنس نے یہ عبارت انجیل یوحنا، ب: ۱۴، آیت ۱۵ سے نقل کی ہے، آیت مذکورہ یوں ہے:

''اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کروگے''۔

اور معلوم ہو چکا ہے کہ کلیمنس کے خط کا سال تحریر ۹۶ء سے متجاوز نہیں ہے، اس کو ذہن میں رکھ کر اب انجیل یوحنا کا سالِ تحریر خود جونس کی رائے کے مطابق معلوم کیجئے، مشہور عیسائی فاضل ہورن اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۴ء جلد ۴ ص ۳۰۷ میں کہتا ہے کہ:

''یوحنا نے اپنی انجیل کَرِیزْ اِسْتَمْ اور اِپْیِ ٹَاز مِنْس جیسے متقدمین اور متاخرین میں سے ڈاکٹر مل اور فیبری شیس، لیُکلرک اور بشَپ ٹَامَلاَئن کی رائے کے مطابق ۹۷ء میں لکھی ہے اور مسٹر جونس کی رائے کے مطابق ۹۸ء میں لکھی ہے''۔

تبصرہ: دیکھئے ہورن کی صراحت کے مطابق مسٹر جونس کی رائے یہ ہے کہ انجیل یوحنا ۹۸ء میں لکھی گئی، یہ رائے رکھتے ہوئے بھی کلیمنس کے خط کی عبارت کے بارے میں یہ دعوی کرنا کہ وہ انجیل یوحنا سے ماخوذ ہے کس قدر حیران کن ہے؟ کلیمنس کا خط ۹۶ء اور انجیل یوحنا ۹۸ء میں لکھی جارہی ہے، بہر حال مذکورہ تمام تفاصیل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتی ہے کہ کلیمنس کا خط انجیل سے ماخوذ نہیں ہے، اس لئے کلیمنس کے زمانے میں انجیل کے موجود ہونے کا دعوی بے بنیاد اور غلط ہے، اب آگے یہ دیکھئے کہ اُگنا شُس جو کلیمنس ہی کی طرح پہلی اور دوسری صدی کے علماء میں سے ہے اس کے خطوط بھی انجیل سے ماخوذ نہیں ہیں اس لئے اگناشس کے زمانے میں بھی انجیلوں کی موجودگی کا دعوی باطل اور لغو ہے۔

اُگنا شُس کے خطوط اور اُن کی حقیقت

لارڈ نر اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں کہتا ہے:

''یُوسی بِیُس اور جیرُ ومِ نے اس کے نایاب خطوط کا ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ کچھ دوسرے خطوط بھی اس کی طرف منسوب ہیں جن کی نسبت جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ وہ جعلی ہیں، میرے نزدیک بھی ظاہر یہی ہے، ان سات خطوط کے دو نسخے ہیں ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا، اور سوائے مسٹر وسٹن اور دو یا چار اس کے متبعین کے سب کا فیصلہ یہ ہے کہ بڑے نسخہ میں اضافہ کیا گیا ہے، اور چھوٹا نسخہ اس لائق ہے کہ اس کی جانب منسوب کیا جاسکے۔

لارڈ نر مزید کہتا ہے میں نے بڑے غور سے ان دونوں کا مقابلہ کیا ہے جس سے

مجھ کو یہ منکشف ہوا ہے کہ چھوٹے نسخہ کو الحاق اور زیادتی سے بڑا بنا دیا گیا، یہ بات نہیں ہے کہ بڑے کو حذف اور اسقاط کے ذریعہ چھوٹا کرلیا گیا ہو، متقدمین کے منقولات بھی بہ نسبت بڑے کے چھوٹے کے زیادہ موافق ہیں، اب سوال یہ ہے کہ چھوٹے نسخہ کے خطوط کیا واقعی اگناشس کے لکھے ہوئے ہیں یا نہیں؟ اس میں بڑا نزاع واختلاف ہے، بڑے بڑے محققوں نے اس باب میں اپنے اپنے قلم کے گھوڑے دوڑائے ہیں، فریقین کی تحریرات دیکھنے کے بعد یہ سوال میرے نزدیک پیچیدہ ہوگیا ہے؛ البتہ میرے نزدیک یہ بات واضح ہے کہ یہ خطوط وہی ہیں جن کو یوسی بیس نے پڑھا ہے، اور جو آریجن کے عہد میں موجود تھے، ان کے بعض فقرے اگناشس کے دور کے مناسب نہیں ہیں اس بناء پر مناسب یہ ہے کہ ہم یہ خیال کرلیں کہ یہ فقرے الحاق ہیں، نہ یہ کہ ہم تمام خطوط کو ان بعض فقروں کی وجہ سے رد کردیں، بالخصوص نسخوں کی قلت کی صورت میں جس میں ہم مبتلا ہیں، اور جس طرح فرقۂ ایرِیُن کے کسی شخص نے بڑے نسخہ میں اضافہ کردیا تھا، اسی طرح ممکن ہے کہ اس فرقہ کے کسی شخص نے یا دینداروں میں سے کسی نے یا دونوں میں سے کسی شخص نے چھوٹے نسخہ میں بھی تصرف کیا ہو، اگرچہ میرے نزدیک اس تصرف سے کوئی بڑا نقصان واقع نہیں ہوا"۔

محشی پہلی حاشیہ پر لکھتا ہے کہ:

"گذشتہ زمانہ میں اگناشس کے تین خطوط کا ترجمہ سُریانی زبان میں پایا جاتا تھا جس کو کیوری ٹن نے طبع کیا تھا، اور یہ بات قریب قریب یقینی ہے کہ چھوٹے خطوط جن کی اصلاح آشر نے کی تھی ان میں الحاق موجود ہے"۔

عیسائی علماء کی ان عبارتوں سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں:

پہلی بات: ان مذکورہ سات خطوط کے علاوہ باقی تمام خطوط تمام علماء مسیحی کے

نزدیک جعلی ہیں اس لئے یہ خطوط غیر معتبر ہوئے۔

دوسری بات: خطوط کا بڑا نسخہ بھی سوائے مسٹر وسٹسن اور اس کے بعض متبعین کے سب کے نزدیک جعلی اور محرّف ہے، اس لئے وہ بھی لائق اعتبار نہیں ہے۔

تیسری بات: چھوٹے نسخے میں زبردست اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ اصلی ہے یا جعلی؟ اور دونوں جانب بڑے بڑے محققین گئے ہیں، اس لئے منکرین کے قول کے مطابق یہ نسخہ بھی غیر معتبر ہے اور لوگ اسے مانتے ہیں اُن کے قول کی بناء پر بھی اس میں تحریف ماننے کے سوا چارہ نہیں، خواہ تحریف کرنے والا "فرقۂ ایرین" کا کوئی فرد ہو، یا خود دیندار طبقہ کا ہو، یا دونوں کے علاوہ کوئی اور ہو، اس لحاظ سے یہ نسخہ بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔

غالب یہی ہے کہ یہ نسخہ جعلی ہے، جس کو دوسرے خطوط کی طرح تیسری صدی میں گھڑا گیا ہے، اور اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے، کیوں کہ اس قسم کی جعلسازی ابتدائی مسیحی صدیوں میں نہ صرف جائز بلکہ مستحب شمار کی جاتی تھی، چناں چہ تقریباً ۷۵، انجیل اور رسالے بنائے گئے، جن کو عیسیٰ علیہ السلام اور مریم اور حواریوں کی طرف منسوب کردیا گیا، پھر ان سات خطوط کا جعلی ہونا قطعاً مستبعد نہیں بلکہ قرین قیاس ہے، بالکل اس طرح جس طرح دوسرے خطوط اس کی جانب منسوب کردیئے گئے ہیں۔

اور اگر ہم یہ بات فرض بھی کرلیں کہ یہ خطوط اگناشس ہی کے ہیں تب بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا؛ کیوں کہ جب ان میں الحاق ہو چکا تو ان خطوط سے اعتماد اٹھ گیا، پھر جس طرح اُن کے بعض فقرے عیسائیوں کے نزدیک الحاق ہیں اسی طرح ممکن ہے کہ دوسرے بعض فقرے جن کی نسبت مدعیوں کا خیال ہے کہ وہ مستند ہیں وہ بھی جعلی ہوں، اور اس قسم کی باتیں اُن لوگوں کی عادت سے مستبعد بھی نہیں ہیں۔

خلاصۂ کلام: اس تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اگناشس کے خطوط اس معنیٰ کر کہ وہ اگناشس کے خطوط ہیں بھی یا نہیں؟ مشکوک اور قابل نظر ہیں، اور اگر بالفرض اسی

کے خطوط ہیں تو قطعی طور پر محرف ہیں، اب ایک محرف خط کو اگناشس کی جانب منسوب کرنا اور پھر اس کے بارے میں یہ دعوی کرنا کہ وہ انجیل سے ماخوذ ہے، بالکل درست نہیں، اور اس سے بھی زیادہ غیر درست بات یہ ہے کہ محض مذکورہ خط کے موہوم سے افسانے کی وجہ سے یہ کہا جائے کہ اگناشس جو پہلی اور دوسری صدی کے علماء میں سے ہیں ان کے زمانہ میں انجیلوں کے موجود ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

دوسرا مغالطہ: مرقس نے اپنی انجیل ''پطرس'' کی اعانت سے لکھی ہے اور ''لوقا'' نے ''پولس'' کی مدد سے اپنی انجیل لکھی، اور ''پطرس'' اور پولس دونوں صاحب الہام تھے اس لئے یہ دونوں انجیل اس لحاظ سے الہامی قرار پاتی ہیں۔

جواب:

انجیل مرقس پطرس کے بعد لکھی گئی یہ بھی سراسر دھوکہ دہی اور خالص فریب کاری ہے، سنیے! ارینوس کہتا ہے کہ: ''پطرس کے مرید اور مترجم جناب مرقس نے پطرس وپولس کے مرنے کے بعد پطرس کے نصائح کو قلمبند کیا ہے''۔

اور لارڈنر اپنی تفسیر میں کہتا ہے کہ:

''میرا خیال ہے کہ مرقس نے اپنی انجیل ۶۳ء و ۶۴ء سے پہلے نہیں لکھی کیوں کہ پطرس کے روم میں اس سے قبل قیام کرنے کی کوئی معقول وجہ ہم کو نظر نہیں آتی، اور یہ تاریخ، قدیم مصنف آرینوس کے بیان کے بالکل مطابق ہے جو کہتا ہے کہ مرقس نے پطرس وپولس کے مرنے کے بعد انجیل لکھی ہے، یاسینج آرینوس کی تائید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مرقس نے اپنی انجیل پطرس وپولس کی وفات کے بعد ۶۶ء میں لکھی ہے''۔

یاسینج اور آرینوس کے کلام سے یہ بات صاف ہوگئی کہ مرقس نے اپنی انجیل پطرس وپولس کی وفات کے بعد لکھی ہے، اور پطرس نے مرقس کی انجیل کو یقینی طور پر نہیں دیکھا اور جو روایت پطرس کے دیکھنے کی پیش کی جاتی ہے وہ بالکل ضعیف ہے،

اور بالکل قابل اعتبار نہیں ہے، اسی لئے مرشد الطالبین کے مصنف نے باوجود اپنے تعصب کے نسخہ مطبوعہ ۱۸۴۰ء کے صفحہ ۱۷۰ پر لکھا ہے کہ:

''اس کا زعم ہے کہ انجیل مرقس، پطرس کے زیر نگرانی لکھی گئی ہے''۔

غور کیجئے! فقط زعم صاف اس بات پر دلالت کررہا ہے کہ یہ دعوی باطل ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

پولس نے انجیل لوقا کو نہیں دیکھا: اسی طرح پولس نے بھی انجیل لوقا کو نہیں دیکھا، دو وجہ سے

پہلی وجہ: اوّل تو اس لئے کہ آج کل علماء فرقہ پروٹسٹنٹ کا راجح قول یہ ہے کہ لوقا نے اپنی انجیل ۶۳ء میں لکھی تھی، اور اس کی تالیف اخیاء میں ہوئی تھی۔

دوسری جانب یہ محقق ہے کہ پولس نے ۶۳ء میں قید سے رہائی پائی تھی، پھر کسی صحیح روایت سے مرتے دم تک اس کے حال کا پتہ نہیں چلتا؛ لیکن غالب یہی ہے کہ رہائی کے بعد وہ اسپانیہ اور مغرب کی طرف چلا گیا تھا، نہ کہ مشرقی گرجوں کی طرف اور ''اخیائی'' مشرقی شہروں میں سے ہے، اور غالب گمان یہ ہے کہ لوقا نے اپنی انجیل سے فارغ ہونے کے بعد اس کو ''تھیفلُس'' کے پاس بھیج دیا تھا، جو درحقیقت انجیل کی تالیف کا باعث تھا۔

پہلی شہادت: مرشد الطالبین کا مصنف نسخہ مطبوعہ ۱۸۴۰ء جلد ۲ فصل ۲، صفحہ ۱۶۱ میں لوقا کے حال میں یوں لکھتا ہے کہ:

''چوں کہ لوقا نے پولس کی رہائی کے بعد اس کا کوئی حال نہیں لکھا اس لئے کسی صحیح روایت کی بناء پر رہائی سے موت تک اس کے سفر وغیرہ کا حال کچھ معلوم نہیں ہوتا''۔

دوسری شہادت: لارڈنر اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۷۲۸ء جلد ۵، صفحہ: ۳۵۰ میں کہتا ہے کہ:

''ہم چاہتے ہیں کہ اب حواری کا حال اس وقت سے (یعنی رہائی کے وقت

سے) موت تک نقل کریں، مگر لوقا کے بیان سے کچھ بھی مدد نہیں ملتی، عہد جدید کی دوسری کتابوں سے البتہ کچھ ٹھوس مدد ملتی ہے، متقدمین کے کلام سے کچھ زیادہ مدد نہیں ملتی، اور اس معاملے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ رہائی کے بعد کہاں گیا"۔

تبصرہ: ان دونوں مفسروں کے کلام سے ثابت ہوجاتا ہے کہ پولس کا کوئی حال رہائی سے موت تک کسی صحیح روایت سے ہرگز معلوم نہیں ہوتا، اس لئے بعض متاخرین کا یہ گمان کہ آزادی کے بعد وہ مشرقی گرجوں کی طرف چلا گیا تھا قطعی حجت اور سند نہیں ہوسکتا، رومیوں کے نام خط کے باب: ۱۵، آیت: ۲۳ میں ہے کہ:

"مگر چوں کہ مجھ کو اب اُن ملکوں میں جگہ باقی نہیں رہی، اور بہت برسوں سے تمہارے پاس آنے کا مشتاق بھی ہوں، اس لئے جب اسفانیہ کو جاؤں گا تمہارے پاس ہوتا ہوا جاؤں گا؛ کیوں کہ مجھے امید ہے کہ اس سفر میں تم سے ملوں گا"۔

دیکھئے! پولس صاف کہہ رہا ہے کہ اس کا ارادہ اسپانیہ جانے کا ہے اور کسی بھی صحیح اور قوی دلیل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ رہائی سے قبل ادھر گیا ہو، اس لئے غالب یہی ہے کہ وہ رہائی کے بعد ادھر گیا ہوگا، کیوں کہ اس کے ارادہ کے فسخ کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی، کتاب الاعمال باب ۲۰ آیت ۲۵ میں یوں ہے کہ:

"اب دیکھو میں جانتا ہوں کہ تم سب جن کے درمیان میں بادشاہی کی منادی کرتا پھرا میرا منہ نہ دیکھو گے"۔

یہ قول بھی اس امر پر دلالت کررہا ہے کہ اس کا ارادہ مشرقی گرجوں کی جانب جانے کا نہ تھا۔ کلیمنس رومی اسقف اپنے رسالہ میں لکھتا ہے کہ:

"پولس سارے عالم کو سچائی کا سبق پڑھانے کے لئے انتہائے ملکِ مغرب میں چلا گیا اور پاک جگہ میں روانہ ہوگیا"۔

یہ قول بھی اس امر پر دلالت کررہا ہے کہ اس کا ارادہ مشرقی گرجوں کی جانب

جانے کا نہ تھا۔

دوسری وجہ: لارڈنر نے پہلے تو آرینوس کا قول یوں نقل کیا ہے:

""پولس کے مقتدی لوقا نے ایک کتاب میں وہ بشارت لکھی ہے جس کا وعظ پولس نے کیا تھا""۔

پھر کہتا ہے: ""ربطِ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر (یعنی لوقا کا انجیل لکھنا) مرقس کے اپنی انجیل لکھنے کے بعد واقع ہوا، اور پولس و پطرس کی وفات کے بعد""۔

اب اس قول کی بناء پر پولس کا لوقا کی انجیل کو دیکھنا قطعی ممکن نہیں ہے، اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ پولس نے لوقا کی انجیل کو دیکھا بھی تھا تب بھی ہمارے نزدیک اس کا دیکھنا کالعدم ہے کیوں کہ ہمارے نزدیک اس کا دیکھنا الہامی نہیں ہے، پھر کسی غیر الہامی شخص کا قول پولس کے دیکھنے سے الہامی کیوں کر ہوسکتا ہے؟۔

خلاصہ یہ کہ عیسائیوں کا یہ دعویٰ بھی سراسر فریب دہی ہے کہ مرقس نے اپنی انجیل پطرس کی اعانت سے لکھی اور لوقا نے اپنی انجیل پولس کی مدد سے لکھی۔



چوتھی فصل

موجودہ عیسائیت کی حقیقت

عیسائیت کی موجودہ شکل کی حقیقت کا اجمالی جائزہ

عیسائیت کی جو شکل آج دنیا میں معروف ہے، اس کی ابتداء کیسے ہوئی؟ اس کا تفصیلی جواب بڑی حد تک تاریکی میں ہے، تاہم جو مواد ہمارے پاس موجود ہے اس کی روشنی میں اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عروجِ آسمانی کے بعد آپ کے حواری مخالفتوں کا سامنا کرتے ہوئے ہمہ تن دینِ عیسوی کی تبلیغ میں مصروف تھے اور پے در پے آنے والی رکاوٹوں کے باوجود انہیں خاصی کامیابی حاصل ہو رہی تھی؛ لیکن اسی دوران ایک واقعہ پیش آیا جس نے حالات کا رُخ موڑ دیا، واقعہ یہ تھا کہ ایک مشہور یہودی عالم "ساؤل" جو اب تک دینِ عیسوی کے پیروؤں پر شدید ظلم ڈھاتا آیا تھا، اچانک اس دین پر ایمان لے آیا، اور اس نے دعویٰ کیا کہ دمشق کے راستے میں مجھ پر ایک نور چمکا، اور آسمان سے حضرت مسیح علیہ السلام کی آواز سنائی دی کہ "تو مجھے کیوں ستاتا ہے" اس واقعے سے متاثر ہو کر میرا دل دینِ عیسوی پر مطمئن ہو چکا ہے۔

ساؤل نے جب حواریوں کے درمیان پہنچ کر اپنے اس انقلاب کا اعلان کیا تو اکثر حواری اس کی تصدیق کرنے کے لئے تیار نہ تھے؛ لیکن سب سے پہلے برناباس حواری نے اس کی تصدیق کی (چوں کہ برناباس کی شخصیت حواریوں کے درمیان مسلم تھی اور وہ بڑے سمجھے جاتے تھے اس لئے) ان کی تصدیق سے مطمئن ہو کر تمام حواریوں نے اسے اپنی برادری میں شامل کر لیا۔ ساؤل نے اپنا نام بدل کر "پولس" رکھ لیا تھا، اور اس واقعے کے بعد وہ حواریوں کے دوش بدوش دینِ عیسوی کی تبلیغ میں مشغول ہو گیا، یہاں تک کہ اس کی انتھک جد و جہد سے بہت سے وہ لوگ بھی دین

عیسائیت میں داخل ہو گئے جو یہودی نہ تھے، ان خدمات کی وجہ سے اس دین کے پیروؤں میں ''پولس'' کا اثر ورسوخ بڑھتا چلا گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے رفتہ رفتہ ان لوگوں میں مسیح کی خدائی، کفارہ، اور حلول وتجسم کے عقائد کی کھل کر تبلیغ شروع کردی۔ تواریخ سے اتنا معلوم ہے کہ بعض حواریوں نے اس مرحلے پر ''پولس'' کی کھل کر مخالفت کی؛ لیکن اس کے بعد حواریوں کے حالات بالکل اندھیرے میں ہیں۔ (عیسائیت کیا ہے؟ ص:۶۷ تا ۶۸)

کیا موجودہ عیسائیت کے بانی حضرت عیسی علیہ السلام ہیں؟

موجودہ عیسائیت کا اگر چہ یہی دعوی ہے کہ عیسائیت کے بانی حضرت عیسی علیہ السلام ہیں؛ لیکن تحقیق وتفتیش سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ موجودہ عیسائی مذہب کے اصل بانی حضرت عیسی علیہ السلام نہیں؛ بل کہ ''پولس'' ہے، کیوں کہ حضرت عیسی علیہ السلام جو تعلیمات لائے تھے عیسائی ان پر تو عامل نہیں ہیں، البتہ ''پولس'' نے جن چیزوں کو پھیلایا عیسائی ان ہی پر عامل ہیں، ''پولس'' کو عیسائیت میں ایک بڑا مقام حاصل ہو چکا تھا حتی کہ اس کے چودہ ر ۱۴ خطوط بائبل میں شامل ہیں۔

حضرت عیسی علیہ السلام کی تعلیمات اور پولس کی تعلیمات کا فرق

جیسا کہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ عیسائی مذہب کی بنیاد تین عقیدوں پر ہے:

(۱) تثلیث۔ (۲) حلول وتجسم۔ (۳) عقیدۂ کفارہ۔

یہ وہ عقائد ہیں کہ جن سے اگر کوئی شخص ذرہ برابر بھی اختلاف کرے تو وہ عیسائیت سے خارج ہو جاتا ہے؛ لیکن قابل توجہ بات یہ ہے کہ یہ تمام عقائد صرف وصرف پولس کی تعلیمات میں تو ہیں، حضرت عیسی علیہ السلام کے کسی قول یا کسی اشارہ سے ان میں سے کسی ایک عقیدے کی بھی تائید نہیں ہوتی ہے۔

حضرت عیسی علیہ السلام کے ارشادات: حضرت عیسی علیہ السلام نے کہیں بھی

اپنے آپ کو خدا نہیں کہا اور نہ ہی کہیں انہوں نے اس بات کو ذکر کیا کہ میں تمہارے گناہوں کو معاف کرنے کے لئے انسانی شکل میں حلول کر کے آگیا ہوں بل کہ ہمیشہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنے آپ کو ''ابن آدم'' کے لقب سے ذکر کیا ہے، جہاں تک عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث پر لفظ ''ابن، اب'' وغیرہ سے استدلال ہوتا ہے تو در حقیقت یہ اسرائیلی محاورات ہیں، بائبل میں بے شمار مقامات پر حضرت عیسی علیہ السلام کے علاوہ دیگر انسانوں کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا ہے، دیکھیں! (انجیل یوحنا، باب: ۳۔ تفصیل کے لئے اظہار الحق، باب سوم ملاحظہ فرمائیں)

عیسائیوں کا اعتراف: متعدد عیسائی مورخین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ تعلیمات حضرت عیسی علیہ السلام سے ثابت نہیں ہیں بل کہ آج کی انجیلوں میں بھی ایسا بیان نہیں ہے کہ جن سے، ان کا خدا یا خدا کا کوئی اقنوم ہونا ثابت ہو۔ مثلاً پروفیسر ہارنیک (Harnack) جرمنی کے مشہور مفکر ہیں، انھوں نے اس کو انتہائی مدلل انداز سے بیان کیا ہے۔ (عیسائیت کیا ہے؟ ۹۳)

اعتراض: انجیل یوحنا میں تو عقیدۂ حلول و تجسم ہے؟

سوال کرنے والا کہتا ہے کہ آپ نے یہ دعوی کیا ہے کہ موجودہ عیسائیت میں ان عقائد کا کوئی وجود نہیں بلکہ پولس ان کا اصل داعی ہے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انجیل یوحنا میں بعض ایسی عبارات ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی تعلیمات عقیدۂ حلول کی تھیں؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جس انجیل سے یہ حوالہ پیش کیا جاتا ہے یعنی کہ انجیل یوحنا وہ کتاب بالکل جعلی ہے کیوں کہ اس کی وجوہات ہیں:

① انجیل یوحنا کا مصنف یوحنا زبدی حواری نہیں بلکہ یوحنا بزرگ ہے۔

② یوحنا بزرگ نے اپنی زندگی میں صرف ایک مرتبہ بارہ سال کی عمر میں حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ہے ان کی تعلیمات سننے کا اس کو موقع نہیں ملا۔

۳ یوحنا بزرگ نے آخری مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

۴ وہ یروشلم کا باشندہ نہیں تھا بلکہ کنعان کے جنوبی علاقے کا باشندہ تھا۔

۵ حضرت مسیح کے بعد ۹۵ء تک اس کا کچھ حال معلوم نہیں کہ وہ کہاں رہتا تھا؟ کس سے اس نے علم حاصل کیا تھا؟ کس کی صحبت اُٹھائی تھی؟ اور حواریوں کے ساتھ اس کے تعلقات کی نوعیت کیا تھی۔؟

۶ ۹۵ء میں ستر سال کی عمر میں اس نے انجیل یوحنا تصنیف کی ہے جس میں پہلی مرتبہ عقیدۂ حلول کو بیان کیا ہے۔

۷ بعد میں افسس کے بزرگوں نے انجیل کے آخر میں ایک ایسا جملہ بڑھا دیا جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کا لکھنے والا یوحنا زبدی حواری یا حضرت مسیح کا کوئی شاگرد ہے۔ (قدامت واصلیت اناجیل اربعہ: ۱۲۴-۱۳۱ ج:۲، مطبوعہ: مدھور ۱۹۶۰ء۔ بحوالہ "عیسائیت کیا ہے؟" ص: ۸۵ تا ۱۰۹)

معلوم ہوا کہ

۱ عقیدۂ حلول وتجسم کسی حواری سے ثابت نہیں۔

۲ اس عقیدے کو سب سے پہلے ایسے شخص نے بیان کیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحبت یافتہ نہیں تھا اور نہ ہی ان کی تعلیمات سے واقف تھا۔

۳ اس عقیدۂ حلول کو بیان کرنے والا شخص مجہول الحال ہے، اس کا مزاج ومذاق اس کے نظریات زندگی کے تمام گوشے پردۂ خفاء میں ہیں۔

۴ یہ عقیدہ ۹۵ء میں انجیل میں داخل کیا گیا جب کہ یوحنا کی عمر ستر ۷۰ سال تھی اور "پولس" کے انتقال کو اٹھائیس ۲۸ سال گذر چکے تھے۔

⑤ چوں کہ پولس نے اس عقیدہ کو اپنے خطوط میں بیان کر دیا تھا اس لئے اس عقیدہ کو یوحنا بزرگ نے وہیں سے اخذ کیا۔ لہٰذا اصلاً یہ عقیدہ پولس ہی کا ہے۔

حواریوں نے پولس کی تصدیق کیوں کی تھی؟

اعتراض: اگر پولس غلط تھا اور اس نے دین عیسویت میں تحریف شروع کی تھی تو حواریوں نے اس کی تصدیق کیوں کی تھی؟

پہلا جواب: دراصل پولس ابتداء میں دین عیسوی کے سچے پیروکاروں کی شکل میں آیا تھا تو حواریوں نے اس کی تصدیق کر دی تھی، بعد میں حقیقت سے مطلع ہونے کے بعد اس سے اختلاف کیا تھا۔

دوسرا جواب: اس زمانے کے حالات جاننے کے لئے ہمارے پاس دو ذریعے ہیں: ① پولس کے خطوط ہیں۔ ② اس کے شاگرد لوقا کی کتاب اعمال، اگر چہ یہ دونوں چیزیں پولس کے اثرات کے حامل ہونے کی وجہ سے تحقیق حال کے لئے انتہائی مخدوش ہیں تاہم ان دونوں کو سامنے رکھ کر جو نتائج سامنے آتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

① برناباس جیسے معتمد حواریوں نے ابتداء میں پولس کی تصدیق صرف اس لئے کر دی تھی کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ پولس دین عیسوی پر ایمان لا چکا ہے اس بناء پر ایک لمبے وقت تک برناباس پولس کے ساتھ رہا۔

② برناباس نے پولس سے نظریاتی اختلاف کی بنیاد پر جدائی اختیار کر لی تھی۔

③ برناباس پولس نے اس بات کی تبلیغ شروع کی تھی کہ توریت کے احکام قطعی طور پر منسوخ ہو چکے ہیں، چنانچہ پطرس اور برناباس نے انطاکیہ میں اس کی مخالفت کی۔ (گلتیون: ۲/ ۱۱)

④ حواریوں کی اس مخالفت سے پولس کے خلاف زبردست شورش برپا ہوگئی کہ وہ اصل حواریوں کی مخالفت کرتا ہے جس کے جواب میں پولس نے گلتیون کے نام خط

لکھا اس خط میں اس نے حواریوں کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے لئے براہِ راست علم وحی کا دعویٰ کیا۔

⑤ یہ، یروشلم کونسل کے بعد لکھا گیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کہ یروشلم کونسل کے وقت حواریوں نے جو پولس کی حمایت کی تھی وہ ختم ہو چکی تھی۔

⑥ تاریخی اعتبار سے پولس نے یہ تمام خطوط جو گلتیون کے نام ہیں حواریوں سے اختلاف کے بعد لکھیں ہیں، اور ان ہی خطوط میں تثلیث وحلول، کفارہ اور توریت کی منسوخی کے عقائد ہیں۔ (تلخیص عیسائیت کیا ہے؟ ص: ۱۲۵-۱۴۷)

پولس اور حواریوں کے درمیان تعلقات کی نوعیت

یہاں یہ بات بھی واضح ہو جانی چاہئے کہ پولس کی اس تلبیس کے بعد حواریوں کو اس سے سخت اختلاف ہو گیا تھا جس کے نتیجے میں حواری اس سے جدا ہو گئے تھے حواریوں سے متعلق تفصیلی مباحث کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں سے دو ر ۲ حواری یعقوب بن زبدی اور یہوداہ اسکریوتی کا تو یروشلم کونسل سے پہلے ہی انتقال ہو گیا تھا، اور سات حواریوں کا حضرت مسیح علیہ السلام کے عروج آسمانی کے بعد کوئی حال معلوم نہیں۔ وہ سات حواری یہ ہیں: ① یعقوب بن حلفی ② لوقا ③ برتلمائی ④ یہوداہ تداؤس ⑤ اندراؤس ⑥ فلپس ⑦ اور متی اور باقی تین حواری برناباس اور پطرس یروشلم کونسل کے بعد پولس کے ساتھ سنگین نظریاتی اختلافات کی بناء الگ ہو گئے تھے، باقی رہے یوحنا زبدی وہ بھی گم نام ہو گئے تھے ان کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا، اس تشریح وتحقیق سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ پولس سے حواریوں کا کوئی تعلق نہیں تھا، اور موجودہ عیسائیت میں جو پیچیدگیاں در آئی ہیں خواہ عقیدۂ تثلیث کی صورت میں ہوں، خواہ عقیدۂ حلول کی شکل میں ہوں، خواہ عقیدۂ کفارہ سے متعلق ہوں، یہ تمام پولس کے

نظریات ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کا ان نظریات سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ (ماخوذ تلخیص عیسائیت کیا ہے؟ ص: ۱۴۷-۱۶۱)

پولس سے اختلاف کے بعد برناباس کا انوکھا کارنامہ

برناباس چوں کہ پولس کی اصل حقیقت جان چکے تھے، اس لئے انھوں نے قبرص میں جا کر مستقل شریعتِ عیسوی کی حفاظت کا سامان کیا اور انھوں نے انجیل مرتب کی جو کہ اگر ایک طرف موجودہ عیسائیت کی تعلیمات اور ان کے عقائد کے خلاف ہیں وہیں دوسری طرف اس میں امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بھی لکھا ہوا تھا، اس وقت سے لے کر علماء عیسائیت اور ماہرین تاریخ نے اس کتاب کو اپنا موضوع بحث بنایا ہے اور عیسائیوں کا اس کتاب کے حوالے سے یہ دعویٰ ہے کہ اس کو کسی مسلمان ہی نے لکھا ہے، یہ کتاب سولہویں صدی عیسوی میں پوپ اسکٹس پنجم کے خفیہ کتب خانے سے برآمد ہوئی ہے، برناباس کی شخصیت حواریوں کے درمیان ایک مسلم اور ایک عظیم شخصیت تھی چنانچہ اعمال لوقا میں ان کا نام یوسف بتایا گیا ہے، نیز اس بات کی بھی صراحت ہے کہ رسولوں نے اس کا نام "برناباس"، یعنی "نصیحت کا بیٹا" رکھا ہے، یہ ان کی عظمت پر دلیل ہے، جہاں تک انجیل برناباس کا تعلق ہے تو اس کے وجود وثبوت پر محققین نے تفصیلی کلام کیا ہے۔ یہاں صرف ایک بات بطور خلاصہ نقل کر کے بحث ختم کرتے ہیں۔

سید رشید رضا مصری نے انجیل برناباس کا مختصر تعارف کرانے کے بعد فرمایا کہ یہ انجیل اناجیل اربعہ سے بہت سی چیزوں میں مختلف ہے؛ لیکن چار اختلافات ایسے ہیں جنھیں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

① اس انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے خدا، اور خدا کا بیٹا ہونے سے صاف انکار کیا ہے۔

۲ اس انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام نے بتایا یہ بتایا ہے کہ عہد قدیم میں "مسیح" یا "مسیا" کے الفاظ سے مراد حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

۳ برناباس کا بیان ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی بلکہ ان کی جگہ یہوداہ اسکریوتی کی صورت بدل گئی اور اس کو دھوکہ سے سولی پر چڑھادیا گیا اور اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھالیا تھا۔

۴ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جس بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ (عیسائیت کیا ہے؟ص:۱۷۲-۱۷۵)

بہر حال یہ اس انجیل کے اہم مباحث ہیں اس پر مزید تفصیل کے لئے مطولات کی جانب رجوع فرمائیں۔



تتمہ

عیسائیوں سے سوالات اوران کودعوت اسلام

مسیحی پادریوں سے علماء اسلام کے سوالات

① خدا کی کیا شان ہونی چاہئے، اور نصاریٰ کے نزدیک اگر حضرت عیسی علیہ السلام کا باوجود انسانی حاجتوں اور بشری ضرورتوں کے مطابق، جسمانی حیثیت سے مخلوق اور بندہ ہونا اور باطنی حیثیت سے معاذ اللہ خدا اور خالق اور رب العالمین ہونا ممکن ہے؛ تو کیا مشرکین کو اپنے اوتاروں کے لئے یہ تاویل کرنا ممکن نہیں، جو تاویل نصاریٰ کرتے ہیں وہی مشرکین بھی کر سکتے ہیں، پھر وجہ فرق کیا ہے؟۔

② کیا الوہیت اور بشری صفات (مثلاً کھانا پینا، سونا اور جاگنا اور پیشاب و پاخانہ کرنا) کا ایک ذات میں جمع ہونا ممکن ہے؟

③ علمائے یہود اور نصاریٰ کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت موسی علیہ السلام کی نبوت ورسالت کی کیا دلیل ہے اور نصاریٰ کے نزدیک اور حضرات کا نبی اور رسول ہونا کس دلیل سے ثابت ہے؟

④ ایمان کی کیا تعریف ہے؟

⑤ کیا کسی نبی پر ایمان لانے کے لئے فقط اس نبی کی نبوت کی تصدیق کافی ہے، یا اس کے تمام احکام کی تصدیق ضروری ہے؟

⑥ اگر کوئی شخص کسی نبی کو نبی سمجھتا ہے مگر اس کی لائی ہوئی کتاب یا شریعت یا اس نبی کے تلقین کردہ احکام یا کسی ایک حکم کو تسلیم نہیں کرتا تو ایسا شخص مؤمن ہے یا کافر۔ اور انجیل میں حضرت عیسی علیہ السلام کا یہ حکم ثابت ہے کہ نصاریٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں تو ایسی صورت میں کہ نصاریٰ اس حکم کی تعمیل نہ کریں وہ حضرت

عیسی علیہ السلام کے مؤمن ہوئے یا کافر؟

۷ انبیاء و مرسلین سب ہی اللہ کے پسندیدہ اور برگزیدہ ہیں بایں ہمہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، جیسے: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے افضل ہونا اور حضرت موسی علیہ السلام کا حضرت یوشع سے افضل ہونا علمائے یہود اور نصاری کو مسلم ہے، اب سوال یہ ہے کہ افضلیت کا معیار کیا ہے جس کی بناء پر یہ کہا جاسکے کہ فلاں نبی اور رسول فلاں پیغمبر علیہ السلام سے افضل ہے، اس معیار کی توضیح فرمائی جائے۔

۸ حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کی تعداد کس قدر ہے، اناجیل سے ان کا حوالہ دیا جائے۔

۹ اگر کسی نبی کے معجزات مسیح علیہ السلام کے معجزات سے سو گنا زیادہ ہوں، تو حضرات نصاری اس نبی کو حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل اور برتر مانیں گے یا نہیں؟

۱۰ کسی کتاب کو کتاب الٰہی یا کلام الٰہی کہنے کا کیا معیار ہے۔

۱۱ علمائے نصاری کے نزدیک توریت یا انجیل کس اعتبار سے قرآن سے افضل ہے۔

۱ کیا انجیل باوجود ہزارہا اختلافات کے معتبر اور مستند ہونے میں قرآن کریم سے (کہ جس پر تقریباً چودہ سو سال کا عرصہ گزر جانے پر بھی ایک نقطہ اور ایک شوشے کا فرق نہیں آیا) زائد باوثوق اور مستند ہے؟۔

۲ کیا توریت وانجیل یا اور دنیا کی کوئی کتاب حفاظت میں قرآن کریم سے بڑھی ہوئی ہے کہ جس کے بے شمار حافظ دنیا کے ہر خطے میں موجود ہیں، اور جس کے لئے ہر حافظ کا سینہ ہی خود توریت وانجیل کا کوئی کچا پکا حافظ دنیا کے کسی کونے میں دکھلا سکتے ہیں؟۔

۳ کیا توریت اور انجیل باعتبار علوم اور معارف کی جامعیت کے، قرآن کریم سے بڑھی ہوئی ہے؟۔

④ کیا توحید کی تعلیم توریت وانجیل میں قرآن سے زیادہ بلند ہے؟۔

⑤ کیا تعلیم اخلاق کے اعتبار سے توریت وانجیل کا پایہ قرآن کریم سے بلند ہے؟۔

⑥ کیا حقوق اللہ یا حقوق العباد کی توضیح وتفصیل توریت وانجیل میں قرآن کریم سے زیادہ موجود ہے؟۔

⑦ کیا تدبیر منزل اور تدبیر ملکی انفرادی اور اجتماعی معاشرت اور تمدن کے اصول کی توریت وانجیل قرآن کریم سے زائد ذمہ دار اور کفیل ہے؟۔

⑧ کیا توریت وانجیل میں ظاہری اور باطنی امراض کی توضیح اور پھر ان کی علامات کی پوری پوری تشریح قرآن کریم سے بڑھ کر ہے؟۔

⑨ کیا توریت وانجیل باعتبار فصاحت وبلاغت، حلاوت وشیرینی کے قرآن کریم سے بڑھ کر ہے؟۔

⑩ کیا ذکر الٰہی کے طریقے اور بارگاہِ خداوندی میں التجاء والتماس کے جو آداب قرآن کریم وحدیث نے بتلا دیئے دنیا کی کوئی کتاب اس کا نمونہ پیش کرسکتی ہے؟۔

⑪ حضرت مسیح علیہ السلام کس شان میں سرور عالم سید ولد آدم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھے ہوئے ہیں؟۔

⑫ کیا کوئی مسیحی یا یہودی حضرت مسیح علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا ایک کلمہ سند متصل کے ساتھ پیش کرسکتا ہے۔ برخلاف پیروانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وہ اپنے نبی امی کا ہر قول اور ہر فعل اور ہر حرکت اور سکون عبادت اور استراحت استنجاء اور طہارت، سکوت اور تکلم، ضحک اور تبسم کو اسانید مسلسلہ اور روایات متصلہ ''حدثنا فلان عن فلان'' کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

⑬ جس طرح امت محمدیہ نے قرآن وحدیث کی توضیح وتشریح کی خاطر قسم قسم کے علوم ایجاد کئے مثلاً اسماء الرجال، معرفت الصحابہ، معرفت التابعین، علم الحدیث، علم

التفسیر، اصول فقہ، اصول حدیث، اصول تفسیر، علم البلاغت، علم النحو، علم الصرف، غریب القرآن وغریب الحدیث، علم الکلام، علم الفقہ، علم الاخلاق، علم اسرار الشریعہ کیا کوئی امت اس کی نظیر پیش کرسکتی ہے؟۔

۱۴ علمائے اسلام نے قرآن وحدیث کے علوم ومعارف، نکات ولطائف کا جو دریا بہایا ہے کیا علمائے یہود ونصاریٰ اسی طرح توریت وانجیل کے علوم ومعارف کا کوئی ادنی اور معمولی سانمونہ پیش کرسکتے ہیں؟۔

۱۵ کیا کوئی امت امتِ محمدیہ کے فقہاء ومجتہدین، جیسے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن وغیرہم کی فہم وفراست اور تفقہ اور اجتہاد اور استنباط اصول وفروع میں کوئی ادنی سی ایک نظیر بھی پیش کرسکتی ہے؟۔

۱۶ کیا حفظ وضبط میں امام احمد بن حنبل اور امام یحی ابن معین، امام بخاری وامام مسلم، امام شمس الدین امام ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا کوئی نمونہ کوئی امت دنیا کے سامنے پیش کرسکتی ہے؟۔

۱۷ کیا کوئی امت اپنے پیغمبر کی جاں نثاری میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین، کا نمونہ دکھلاسکتی ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا جان ومال، گھر اور کنبہ اور برادری، ماں اور باپ اور اولاد سب ہی کو آپ پر قربان کردیا لیکن موجودہ انجیل کی بناء پر معاذ اللہ حضرت مسیح کے حوارین نے نصاریٰ کے اعتقاد کی بناء پر اپنے خدا کو تین درہم میں فروخت کرکے ایک کمہار کا کھیت خرید لیا، نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔

۱۸ کیا حضرت مسیح علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے یا تمام عالم کے لئے؟۔

۱۹ کیا حضرت مسیح علیہ السلام نے خاتم النبیین ہونے کا دعوی فرمایا، انجیل میں کسی ایک جگہ بھی اگر ذکر آیا ہو کہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا

تو اس کا حوالہ دیا جائے؟۔

(۲۰) حضرت مسیح اگر خاتم الانبیاء تھے تو "فارقلیط" اور روح حق کے آنے کی بشارت دینے کا کیا مطلب ہے، اور حضرت مسیح کے بعد علمائے نصاریٰ "فارقلیط" کے کیوں منتظر رہے اور بہت سے لوگوں نے فارقلیط ہونے کا دعوی کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح خاتم النبیین نہ تھے ورنہ ان کے بعد ایک نبی کے ظہور کے انتظار کے کیا معنی؟

(۲۱) انجیل کے سو سال قبل کے مطبوعہ نسخوں میں "فارقلیط" کا لفظ موجود ہے مگر حال کے نسخوں میں نہیں رہا، کیا کسی کمیٹی کو کتاب الٰہی میں کسی تغیر وتبدل کا کوئی حق حاصل ہے۔

(۲۲) توریت وانجیل کے نسخے مختلف کیوں ہیں؟

(۲۳) توریت وانجیل کس زمانے میں لکھی گئیں اور کس نے لکھیں؟ اس میں علمائے یہود ونصاریٰ کا کیا اختلاف ہے؟۔

(۲۴) ان چار انجیلوں کے علاوہ اور بھی انجیلیں لکھی گئیں تو نصاریٰ کے نزدیک سوائے اِن چار انجیلوں کے باقی انجیلوں کے غیر معتبر ہونے کی کیا دلیل ہے، اور کس بناء پر ان کو غیر مستند قرار دیا گیا۔ (اسلام اور نصرانیت: ۶۳-۷۶)

صلیب برداروں سے ایک مصری عالم دین کا سوال

فاضل ادب شیخ احمد علی بلخی مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فصیح وبلیغ قصیدہ مصر سے شائع ہوا تھا جس میں انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیالوہیت کے اعتقاد پر علماء نصاریٰ سے یہ سوال کیا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اگر خدا تھے تو آخر اس بے کسی کے ساتھ اپنے بندوں کے ہاتھوں کیوں کر مقتول ومصلوب ہو گئے؟

یہ قصیدہ ۱۳۲۲ء میں مصر سے شائع ہوا، علماء نصاریٰ سے آج تک اس عجیب سوال کا جواب نہیں ہوسکا اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک بھی کوئی اس کا جواب نہیں دے سکے گا اور یہ ان شاء اللہ تیمناً اور تبرکاً کہہ رہا ہوں نہ کہ تعلیقاً۔ {فلیاتوا

بحدیث مثله ان کانوا صادقین}

ترجمۂ اشعار: (۱) عیسی کے پرستارو! ہمارا تم سے ایک عجیب سوال ہے پس کیا تمہارے پاس اس کا کوئی جواب ہے۔

(۲) اگر تمہارے زعم کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام خدائے قادر غالب اور ہیبت وجلال والے تھے۔

(۳) تو پھر تم نے یہ عقیدہ کیسے قائم کرلیا کہ یہود نے ان کو صلیب دے کر تلخ عذاب چکھایا، کیا خدا کو بھی عذاب چکھایا جاسکتا ہے؟۔

(۴) اور کیا خدا بھی مر کر مٹی کے نیچے دفن کیا جاسکتا ہے؟

(۵) اور کیا خدا بھی اپنی مخلوق سے پیاس بجھانے کے لئے شربت کا پیالہ مانگ سکتا ہے۔

(۶) اور پھر کیا یہ ممکن ہے کہ خدا تو شربت مانگے اور اس کے بندے بجائے شربت کے کڑوا پانی خدا کو دیں۔

(۷) اور پھر بندے اپنے خدا کو بغض وعداوت میں زمین پر ڈال دیں اور خدا تڑپ تڑپ کر پیاسا مر جائے۔

(۸) اور کیا یہ ممکن ہے کہ بندے خدا کو ذلیل کرنے کے لئے کانٹوں کا تاج اس کے سر پر رکھ دیں۔

(۹) اور کیا یہ ممکن ہے کہ بندے خدا کو اس قدر آلود کریں کہ خون خدا کے رخساروں پر بہنے لگے اور خدا کا چہرہ خون میں رنگین ہو جائے۔

(۱۰) اور کیا یہ ممکن ہے کہ خدا کے چہرے پر تھوکا جائے اور اس کے پہلو میں نیزہ مارا جائے۔

(۱۱) یہود ونصاری کے زعم کے مطابق جو کچھ ماجرا پیش آیا اس میں کا یہ کچھ نمونہ ہے۔

(۱۲) تعجب ہے کہ اس مجبوری اور لاچاری کے بعد ان کو خدا سمجھتے ہو اور شرماتے بھی نہیں۔

(۱۳) حالانکہ حضرت مسیح اور پیغمبروں کی طرح خدا کے ایک مقرب بندہ تھے۔

(۱۴) جیسا کہ خود حضرت مسیح سے اس کا اقرار قرآن اور انجیل میں صراحۃً مذکور ہے۔
(۱۵) اگر حضرت مسیح خود خدا تھے جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو پھر موت کا پیالہ ٹلنے کی کس سے امید رکھتے تھے اور کس سے اپنی مصیبت ٹلنے کی دعا مانگتے تھے، کیا خدا بھی دعا مانگا کرتا ہے؟
(۱۶) اور مرنے کے بعد کس نے ان کی روح کو واپس کیا جبکہ ان کی روح ان کے جسم سے جدا ہو گئی تھی؟
(۱۷) اور ان کے مرنے کے بعد اس عالم کے نظام کا کون محافظ ونگہبان تھا؟
(۱۸) کیا کوئی اور خدا اس عالم کی تدبیر کا کفیل اور ذمہ دار تھا؟ یا تمام عالم خراب وبرباد ہو گیا؟
(۱۹) نیز حضرت عیسی علیہ السلام کو تمہارے زعم کے مطابق کیوں صلیب دی گئی؟ اگر کسی لغزش کی بناء پر صلیب دیئے گئے تو لغزش کا صادر ہونا الوہیت کے منافی ہے، اور اگر کوئی لغزش نہیں ہوتی تو پھر بلا وجہ کیوں سزا کے مستحق ہوئے؟
(۲۰) نیز یہ بتلایا جائے کہ یہود نے جو حضرت مسیح کو صلیب دی کیا یہ اچھا کام کیا ہے؟ کہ اس سے لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور تمام بوڑھے اور جوان گناہ کی لعنت سے رہا ہو جائیں؟
(۲۱) یا برا کام کیا؟ تم کو گناہوں سے چھڑایا تمہاری یہ بات نہایت عجیب ہے؟۔
(۲۲) اگر تم یہ جواب دو کہ یہود کا یہ فعل نہایت مستحسن اور عین ثواب تھا۔
(۲۳) تو پھر میں کہوں گا کہ تم یہودیوں سے دشمنی کیوں رکھتے ہو جو خیر اور بھلائی کا کام کرے ان کو جزائے خیر دینی چاہئے نہ یہ کہ ان سے دشمنی کی جائے۔
(۲۴) اور اگر یہ کہو کہ انھوں نے خدا کو صلیب دے کر جرم کا ارتکاب کیا تو میں کہوں گا کہ یہود اگر صلیب دے کر جرم کا ارتکاب نہ کرتے تو تم گناہوں کے برے انجام سے رہا نہ ہوتے۔ یہودیوں کا یہ جرم ہی کفارہ کا سبب بنا۔

۲۵ نیز یہ بتاؤ کہ حضرت مسیح صلیب دینے سے راضی تھے یا ناراض تھے اس بارہ میں کیا قول فیصل ہے؟۔

۲۶ اگر یہ کہو کہ واقعہ صلیب حضرت مسیح علیہ السلام کی خوشی اور رضامندی سے تھا تاکہ اس شخص کے گناہ کا کفارہ ہو جائے جس نے گناہ سے توبہ کرلی۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے گناہ کا کفارہ جنھوں نے لغزش کے بعد اپنے مولا کی طرف رجوع کیا اور جن کو اللہ ہی نے اپنی رحمت سے توبہ کی توفیق دی، اور اپنے ہی فضل سے ان کی خطا کو معاف کیا اور خلافت کا تاج ان کے سر پر رکھا تو ہم یہ کہیں گے کہ تم غلط کہتے ہو کیوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام یہود کے اس فعل سے راضی نہ تھے، اس لئے کہ انجیل میں تصریح ہے کہ عیسی علیہ السلام اس سے بھاگنا چاہتے تھے اور روتے تھے اور خدا کو پکارتے تھے کہ اے آسمان کے خدا مجھ کو اِن مصیبتوں سے چھڑا، اور ایلی ایلی کہتے تھے کہ اے خدا مجھ کو دشمن کے عذاب میں کیوں ڈال دیا۔ اے باپ! اگر میری رہائی ممکن ہو تو مجھ کو ان دشمنوں سے چھڑا اور نجات دے، اِن سب باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اِس سے بالکل راضی نہ تھے۔

۲۷ اور مصیبت کے وقت خدا کو پکارنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بلاشبہ خدا کے بندے تھے، نیز یہ تمام امور اس امر کی بھی واضح دلیل ہیں کہ تمہارا یہ قول (کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب سے راضی تھے) بالکل غلط ہے۔

۲۸ اور اگر یہ کہو کہ جبراً وقہراً ان کو صلیب دی گئی تو پھر خدائے توانا کا بندوں کے سامنے عاجز ہونا لازم آتا ہے۔ کہ بندوں نے زبردستی خدا کو صلیب پر لٹکایا اور لعنت نے آکر خدا کو ہر طرف سے گھیر لیا۔

۲۹ میرے اس سوال کا جواب دو آپ جیسے فضلاء کا نہ جواب دینا اور سکوت کرجانا نہایت معیوب ہے۔

(۳۰) میں نصیحت کر چکا ہوں اور خدا سے اجر وثواب کا امیدوار ہوں۔

(۳۱) اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر میرا خاتمہ ہو اور قیامت کے مصائب سے محفوظ رہوں۔ (آمین)

(۳۲) اگر تم میری اِس نصیحت کو قبول کرلو تو عین مقصد ہے اور میری انتہائی مسرت اور خوشی ہے، ورنہ تم کو اپنا دین مبارک ہو، خوب سمجھ لو کہ حق سے پردہ اُٹھ چکا ہے۔

(دیکھئے! احسن الحدیث: ۶۷ تا ۷۲، اسلام پر عیسائیت کے حملے، اسلام اور نصرانیت: ۶۳ تا ۶۷)

عیسائیوں کو دعوت اسلام

مسیحی پادریوں سے علماء اسلام کہنا چاہتے ہیں کہ تم افراط وتفریط کی جس دلدل میں گرفتار ہو اس سے نجات کا راستہ عرب کے خشک ریگ زاروں کے سوا کہیں اور نہیں ہے، زندگی کے بھٹکے ہوئے قافلوں نے ہمیشہ اپنی منزل کا نشان وہیں سے حاصل کیا ہے، تم پوپ پرستی سے لے کر انکار خدا تک ہر مرحلے کو آزما چکے ہو مگر ان میں سے کوئی تحریک تم کو سلگتے ہوئے داغوں کے سوا کچھ نہ دے سکی، اگر تم کو سکون وراحت کی تلاش ہے تو خدا کے واسطے ایک مرتبہ کیمیا کے اس نسخہ کو بھی آزما کر دیکھو جو آج سے چودہ سو سال پہلے فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہونے والا (کتاب الاستثناء: ۲/ ۳۲) فارقلیط (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں دے کر گیا تھا (یوحنا: ۱۴/ ۱۷) جسے دیکھ کر سلع کے بسنے والے گیت گاتے تھے اور قیدار کی بستیوں نے حمد کی تھی (یسعیاہ ۴۲: ۱۱) جس کے قدموں پر پتھر کے بت اوندھے گرے تھے (یسعیاہ: ۴۲: ۱۷) جس نے اپنی طرف سے کچھ نہیں بلکہ جو کچھ سنا تھا وہی تم تک پہونچا دیا (یوحنا ۱۶: ۱۳) جب تک تم اس کے بتائے ہوئے راستے پر نہیں آؤ گے تمہیں اس منزل کا پتہ نہیں لگ سکے گا جہاں سے ضمیر کو سکون روح کو مسرت اور دل کو قرار حاصل ہوتا ہے۔ (مقدمہ بائبل سے قرآن تک: ۱۰۱)

مؤلف کی دیگر تالیفات

رکعات تراویح بیس یا آٹھ تنقیدات وجوابات: حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب نور اللہ مرقدہ کا تحقیقی رسالہ ''رکعات تراویح'' علمی حلقوں میں مستند مرجع کی حیثیت رکھتا ہے، وقت کے تقاضہ سے اس رسالہ میں تحشیہ، حوالہ جات وغیرہ کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی، مؤلف نے اس پر سولہ نوعیتوں کا تحقیقی کام کیا ہے، یہ اصل رسالہ نوے صفحات پر مشتمل تھا، اور اب ۴۰۰ / چار سو صفحات سے متجاوز مستقل ایک کتاب ہے، جو الحمد اللہ ہر پہلو سے ایک جامع مکمل کتاب بن گئی ہے۔

جی ہاں اہل السنۃ والجماعت بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں: اس کتاب میں بیس رکعات تراویح کو دلائل سے ثابت کرتے ہوئے بطور خاص غیر مقلدین کی طرف سے آٹھ رکعات تراویح کے اثبات میں ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین کی جو عبارتیں پیش کی جاتی ہیں ان تمام عبارات کا تشفی بخش حل پیش کیا گیا ہے، نیز تہجد وتراویح کے فرق پر ۶۶ / چھیاسٹھ دلیلیں ذکر کی گئی ہیں، یہ کتاب دوسو صفحات پر مشتمل ہے، کتاب میں ایک مقدمہ اور آٹھ ابواب ہیں۔

اصول مناظرہ (یعنی آپ مناظرہ کیسے کریں): اس کتاب میں مناظرہ کا تاریخی پس منظر، اس کا ثبوت، شرعی حکم، مبادیات اصطلاحات کو بیان کرنے کے بعد مناظرہ کرنے کا طریقہ، اس کے آداب وتقاضے اور قواعد وضوابط انتہائی تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، کتاب کے دوسرے حصہ میں کچھ مناظروں کے نمونے پیش کرتے ہوئے ایک مناظر کی مکمل رہنمائی کی گئی ہے، یہ کتاب اپنے موضوع پر بالکل منفرد ہے۔

آپ صحابیت کا دفاع کیسے کریں؟ صحابہ کرام کے سلسلے میں اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف، اور صحابہ پر کیے جانے والے اعتراضات کا اصولی جائزہ پیش کیا گیا ہے، نیز اصولی مباحث مثلا اصول تنقید، اصول تحقیق، تاریخ روایات اور حدیثی روایات میں کیا فرق ہوتا ہے، اس کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے، یہ کتاب اپنے موضوع پر دسیوں کتابوں کا نچوڑ اور اکابر کی تحقیقات سے بھر پور ہے۔

العرف الفیاح فی شرح مقدمۃ ابن صلاح: مقدمہ ابن صلاح کا نام علمی حلقوں میں انتہائی نمایاں ہے، استاذ محترم حضرت مولانا مفتی عبداللہ معروف صاحب استاذ حدیث ونگراں شعبہ تخصص فی الحدیث دارالعلوم دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے کمالات سے نوازا ہے، حضرت ایک لمبے زمانے سے حدیث کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، یہ شرح استاذ محترم کے افادات کا ایک زبردست خزینہ ہے، شرح مذکور اصول حدیث پر لکھی گئی بے شمار کتابوں سے ماخوذ اور بہت سی علمی غلط فہمیوں کے ازالہ میں معاون ہے۔






عورتوں کے انوکھے اور
دلچسپ واقعات

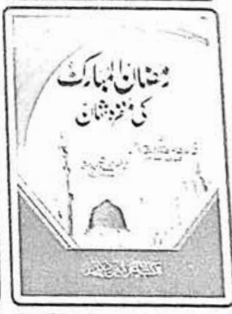




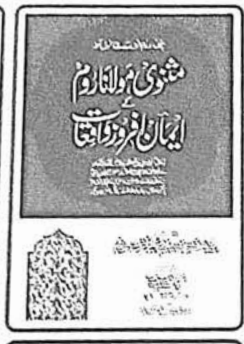



نمازیں
سنت کے مطابق پڑھیے


معین الحکام


رمضان المبارک
کی قدر و شان


آؤ
رمضان کو قیمتی بنائیں


مثنوی مولانا روم کے
ایمان افروز واقعات


اسلامی قانون تجارت

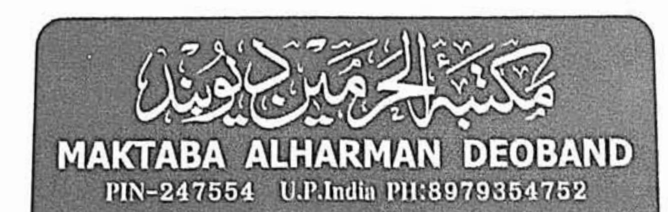

اسلام کا نظام سلام


مسلمانوں کی
اسلامی زندگی
Noor Graphics




سکون دل


بصیرت افروز فتاویٰ


مکتبۃ الحرمین دیوبند
MAKTABA ALHARMAN DEOBAND
PIN-247554 U.P.India PH:8979354752
Email:abdurraziqkh01@gmail.com

100/-